کتاب المحبت





تالیف

فخر العلماء والمحدثین واقف رموز شریعت حضرت سیدنا مولانا مرشدنا الحاج
ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری دامت فیوضہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ

كِتَابُ الْمُحَبَّةُ

مُؤلفه

فخر العلماء والمحدثین واقف رموز شریعت حضرت سیدنا مولانا مرشدنا الحاج

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری دامت فیوضہ وبرکاتہ

Published by :

دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلشرز

23-2-378 مغل پورہ حیدرآباد 500 002

☎ : 040-24521777, 66490230, Fax : 66710230

تفصیلات کتاب

نام کتاب : کِتَابُ الْمُحَبَّۃُ

نام مصنف : محدث دکن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادریؒ

تعداد اشاعت : ایک ہزار (1000)

کمپیوٹر کتابت : محمد وحید الدین

طباعت : ''دکن ٹریڈرس'' بک سیلر اینڈ پبلیشرس حیدرآباد، تلنگانہ۔ الہند

سن اشاعت : ربیع الثانی 1438ھ جنوری 2017ء

Published by :

دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز

23-2-378 مغل پورہ حیدرآباد 500 002

66480230 Fax : 66710230

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مناجات

رحم کر ہم پر تُو اے ربِّ رحیم — اور بچا فتنہ سے ہم کو اے کریم
اور ہمیں تیری محبت ہو نصیب — دوستوں کی تیرے الفت ہو نصیب
تجھ سے جس کو ہو محبت اے خدا — ہم کو بھی ہو اس سے اُلفت اے خدا
وہ مزہ تیری محبت میں ملے — ہو ہمیں محبوب تر ہر چیز سے
پیاسا چاہے جیسے آبِ سرد کو — تیری چاہ اس سے بھی بڑھ کر ہم کو ہو
فطری اُلفت جو تجھ سے ہم کو تھی — اور وہ دنیا میں آکر دب گئی
عنصریت کا جو غلبہ ہو گیا — مضمحل ہو کر گئی وہ مٹ مٹا
پھر ہو اس اُلفت میں یارب تازگی — پھر ہمیں تجھ سے محبت ہو نئی
دے ہمیں اپنی محبت اس قدر — ہر محبت سے بھی ہو وہ بیشتر
اور محبت ہی سے تیرے اے غنی — سب سے بڑھ کر ہو ہمیں دل بستگی
ہم ہیں ایسے دل کے تجھ سے خواستگار — عشق میں تیرے رہے جو بے قرار
دے وہ دل یارب جو ہو درد آشنا — اور وہ دل دے جو ہو تیرا مبتلا

نعت شریف

زِ مہجوری بر آمد جانِ عالم

ترّحم یا نبی اللہ ترّحم

یارسول اللہ ﷺ دنیا سے آپ کا تشریف لے جانا امّت کا آپ سے دُور ہو جانا ایسی مصیبت ہے کہ اس کے برابر کوئی مصیبت نہیں۔ اے اللہ کے نبی ﷺ ایک نظر رحمت کی ہم پر فرمائیے۔

نہ آخر رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِینی

زِ محروماں چرا غافل نشینی

اے رحمتِ عالم دیکھئے آپ کی اُمّت آپ کے بتلائے ہوئے سیدھے راستہ سے بہت دور جا پڑی ہے۔ اپنے نافرمانیوں کی سزا بھگت رہی ہے۔ نادم ہے اس کی خبر لیجئے۔

زخاک اے لالۂ سیراب برخیز

چو نرگس خواب چندا از خواب برخیز

پیارے نبی ﷺ قبر مطہّر سے نکل آیئے اُمت کی بربادی کو دیکھئے۔ کب

تک آرام فرمائیں گے۔

بُروں آور سر از بُردِ یمانی
کہ روئے تست صبحِ زندگانی

یمنی چادر سے سرِمُبارک نکالیئے۔آپ کا چہرۂ مبارک اُمّت کے لئے باعثِ تسلّی ہے۔

شبِ اندوہ مارا روز گرداں
زِ رویت روز ما فیروز گرداں

ہمارے غم و مصیبت کی رات کو ختم کر کے خوشی و فرحت کا دن نکالیئے۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے ہمارے دن کو فتح و نصرت کا دن بنائیے۔

بہ تن در پوش عنبر بوئی جامہ
بہ سر بر بند کافوری عمامہ

جسمِ مُبارک کو عنبر کی بُو رکھنے والے لباس سے مزین فرمائیے۔سرِمُبارک پر کافوری عمامہ باندھئے۔

ادیم طائفی نعلین پاکن
شِراک از رشتۂ جاں ہائے ماکن

طائف کے چمڑے کی نعلین قدم مبارک میں پہنئے۔اس نعلین کے تسمے ہمارے جان کو بنائیے۔

جہانے دیدہ کردہ فرش راہند
چو فرش اقبال پابوسِ تو خواہند

ایک جہاں۔ دیدوں کا فرش بچھائی ہے۔ آپ کے قدم بوسی کو اپنی خوش نصیبی سمجھتی ہے۔

ز حجرہ پائے در صحنِ حرم نہہ
بفرقِ خاک رہ بوساں قدم نہہ

حجرۂ مُبارک سے حرم شریف کے صحن میں تشریف لائیے۔ ہمارے سرآنکھوں پر چل کر سرفراز فرمائیے۔

بدہ دستے ز پا افتادگاں را
بکن دلدارئے دلدادگاں را

اُمت کی کشتی مصائب کے بھنور میں پھنسی ہے اُس کو پار لگائیے۔ مصیبت زدوں کو تسلی دلائیے۔ حضرت جامؔی کی یہ گذارش سمع مُبارک تک تو پہنچ چکی ہے۔ اب آپ کا ایک ادنیٰ امتی ابوالحسنات سید عبداللہ کا یہ معروضہ بھی قبول فرمائیے کہ ہم آج تک رسمی اسلام پر تھے۔ جس کا خمیازہ بھگت چکے۔ اب ہم میں عشقی اسلام پیدا کر دیجئے۔



مدحِ عشق

کیا کہوں میں عشق کی نیرنگیاں ؎ رنج میں راحت کو کرتا ہے عیاں

نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق ؎ دار کو دلدار کر دیتا ہے عشق

خاک میں جس کو ملا دیتا ہے عشق ؎ تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے عشق

ورد میں اُس کے دوا ہے سربسر ؎ مرض میں اُس کے شفا ہے سربسر

مارنا اُس کا جلا دینا ہے جان ؎ توڑنا اُس کا ملا دینا ہے جان

رنج میں اس کے ہے گنجِ بے کراں ؎ مرگ اس کی ہے حیاتِ جاوداں

عشق کے برعکس ہیں سب کاروبار ؎ نار کو اُس کے سمجھ تو سو بہار

اس کی ویرانی کو آبادی سمجھ ؎ خار کو گل ، غم کو تو شادی سمجھ

کلفت وتکلیف کو راحت تُو جان ؎ فقر اور فاقہ کو سَو دولت تُو جان

عشق کی ذلّت کو تُو عزت سمجھ ؎ خواری و زاری کو سَو حُرمت سمجھ

عشق کی تعریف ہو کس سے عیاں ؎ ہے ستم میں اُس کے سو شفقت نہاں

قہر صورت رحمت پنہاں ہے عشق ؎ اور طبیبِ دردِ بے درماں ہے عشق

سب طرف سے بند کر کے کھول کان ؎ جمع کر کے رکھ مری باتوں پہ دھیان

انسان کی زندگی کے مقصد کی تمہید

غریب الوطن مسافر انسان ! تجھے کچھ خبر ہے کہ تو کون تھا کہاں تھا اب کہاں ہے۔ حضرت جامیؔ سے سن وہ تجھے تیری غریب الوطنی کو اس طرح یاد دلاتے ہیں۔

توئی آں دست پرور مُرغ گستاخ
کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ

تو کسی کا مونس شہ باز تھا۔اس دنیا سے باہر تیرا مقام تھا۔

چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی
چو دوناں چُغد ایں ویرانہ گشتی

تجھ کو کیا ہوا تو اپنے اُس مقام کو بالکل بھولا۔اس دنیا سے ایسا دل لگایا ہے جیسے ویرانہ سے چغد دل لگاتا ہے۔

حضرت حافظ سے بھی سُن وہ بھی دوسرے انداز سے یہی فرمارہے ہیں۔

من مَلک بودم وفردوس بریں جایم بُود
آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم

میں فرشتہ کے جیسا تھا فردوس میں میرا مقام تھا۔اس ویرانہ میں

حضرت آدم (علیہ السلام) مجھ کو لے آئے ہیں۔

حضرت مولانا رومیؒ بھی اسی مضمون کو عجیب طرز سے ادا فرمائے ہیں۔

بشنواز نے چوں حکایت می کند
و از جدائی ہا شکایت می کند

ترجمہ

نَے سے سُن لیجئے حکایت ہجر کی   کر رہی ہے یوں شکایت ہجر کی

یعنی اے انسان تو بھی اپنے اصل سے جدا ہو کر دنیوی کشمکش میں گرفتار ہے۔ تجھ پر فرض ہے کہ اپنے معشوقِ حقیقی کی جدائی میں شب و روز اس طرح درد ناک لہجہ میں فریاد کرتا رہے کہ سننے والوں کے دل ہل جائیں۔

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

ترجمہ

جب سے ہوں میں نیستاں سے بے وطن   ہیں مرے شیون سے نالاں مرد و زن

یعنی جب سے مجھ کو محل افاضۂ انوارِ حق سے جدا کر کے جسم خاکی میں ڈالا ہے میری فریاد سے سارا جہاں نالاں ہے۔

اے بھولے ہوئے انسان ! یہ معتبر ثقہ حضرات کے کہنے سے تجھ کو یقین آ گیا ہوگا کہ تو یہاں کا نہیں ہے، کہیں سے آیا ہوا ہے۔

منزل منزل طے کرتے ہوئے یہاں پہنچا ہے۔ دنیا تیرے سفر کی آخری منزل ہے۔ پھر یہاں سے تجھے اپنے وطن کو واپس جانا ہے۔

مسافر خانہ کو اپنا گھر سمجھنے والے انسان! کبھی تو یہ بھی سونچا کہ اس تیرے طویل سفر کا مقصد کیا ہے؟ کیوں تجھے یہاں ٹھہرایا گیا ہے۔ تجھے کیا کرنا چاہیئے اور تو کیا کر رہا ہے؟

اے غافل انسان ! تجھے کب اس کی فرصت ہے نہ تجھ کو اُس کے سوچنے کی ضرورت ہے۔ تُو تو یہ سمجھا ہوا ہے کہ میری زندگی کا مقصد کھانا پینا جماع کرنا ہے۔ اگر غصّہ آجائے تو ایسے حرکات کرنا کہ درندے بھی شرما جائیں۔

اگر مکاری وشر پر اُتر آئے تو شیطان کو بھی مات کر دے۔

اگر یہی تیری زندگی کا مقصد ہے تو تجھ سے بہت زیادہ اور مخلوق یہ سب کچھ کر رہی ہے۔ پھر تجھے اپنے کو اشرف المخلوقات کہنے کا کیا منہ ہے۔

آہم تجھے تیرے اس سفر کا مقصد بتانے کے لئے ابتداء سے تیرے اس سفر کی سرگذشت سناتے ہیں۔ سُن۔

ایک حالت ایسی بھی گذری ہے کہ جس میں ماوشما کا جھگڑا نہ تھا نہ فرش زمین تھا نہ یہ آسمان کا شامیانہ ہی تنا ہوا تھا۔ نہ دلربا تھے، نہ دل دادے خیر سے یہ چلبلا اور منچلا دل ہی نہ تھا۔ ہاں تھا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا حُسن ازلی۔ اس کے سوا

اگر کچھ تھا تو وہی دل جلوں کی تخلیق کا ارادہ۔ اور حُسنِ ازلی کے متوالوں کے بنانے کا منشاء۔

اسی کو حضرت جامیؒ اس طرح ادا فرماتے ہیں۔

حبّذا روزے کہ پیش از روز و شب

فارغ از اندوہ و آزاد از طلب

رات و دن پیدا ہونے کے پہلے کی حالت کیا مبارک حالت تھی۔ نہ کوئی غم تھا نہ کسی کی طلب۔

متحد بودیم بادشاہِ وجود

حکم غیّریت بکلّی محو بود

شاہ وجود کے ساتھ ہم متحد تھے۔ غیریت وہاں بالکل نہ تھی۔

پھر جب شاہ وجود جو کنز مخفی تھا چاہا کہ اپنی معرفت کرائے، اور پہچانا جائے عشق و محبت کا چرچہ پھیلائے۔ تو ارادہ کیا کہ **یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** کے مصداق اپنے محبّوں اور محبوبوں کو پیدا کرے۔ ان کو عزیز مہمان کی طرح لائے۔

محبت بھرے دل والو! تم نے دیکھا نہیں تو سنا تو ہوگا کہ جب کوئی اپنے محبوب کو گھر بلاتا ہے تو اس کے لئے کئی ماہ پہلے سے تیاری کرنے لگتا ہے بہتر سے بہتر ڈیرے لگائے جاتے ہیں اور شامیانے تنے جاتے ہیں جگہ جگہ بجلی کے

قمقمے اور گیس کے ہنڈے لگا کر آراستہ کیا جاتا ہے۔ ہر قسم کی زینت کے چیزوں سے مزیّن بنایا جاتا ہے۔ جگہ جگہ پہرے لگا کر حفاظت کی جاتی ہے عمدہ سے عمدہ فرش بچھایا جاتا ہے۔ ہر ایک ضرورت کی چیز موقع موقع سے رکھی جاتی ہے۔ بہترین سواریاں مہیا رہتی ہیں۔ مہمان کو جنگلوں میں سے نہیں بلکہ بیچ آبادی میں سے مہمان کی شان دکھانے کے لئے لایا جاتا ہے۔ سب تیاریاں مکمل کر کے مہمان کا انتظار رہتا ہے۔

انسان کو دنیا میں لانے کی تیاریاں

اے محبّ و محبوب انسان ! تو ہی عزیز مہمان ہے ہزار ہا برس پہلے تیرے آنے کی تیاریاں شروع ہوگئی ہیں آسمان کا خوش نما شامیانہ لگایا گیا ہے۔ تاروں سے جو مثل بجلی کے قمقموں کے ہیں۔ تمام آسمان کا شامیانہ جگمگا اٹھا ہے۔ سورج چاند کے گیس ہنڈے لگائے گئے ہیں۔ شیاطین سے آسمانوں کی حفاظت کے لئے جگہ جگہ شہاب ثاقب کے پہرے بٹھائے گئے۔ زمین کا فرش بچھا کر طرح طرح کے گل بوٹوں اور سبزہ کے قالین سے فرشِ زمین کو آراستہ کیا گیا ہے۔ قسم قسم کے پھولوں کی خوشبوؤں سے اس دنیا کے مہمان خانہ کو معطر کیا گیا ہے۔ اس مہمان خانہ کے دسترخوان پر مزہ دار کھانوں اور لذیز خوشگوار میوؤں اور پھلوں کو چنا گیا ہے۔ انسان کی ہر ضرورت پورا کرنے والی چیزوں کو افراط سے بنایا گیا ہے۔

خوشخرام تیز رفتار سواریاں ہر قسم کے موجود کی گئی ہیں۔ انسان کی شان دکھانے کے لئے فرشتے اور جن پیدا کئے گئے ہیں۔ انسان کے معزز مہمان ہونے پر دلیل یہ ہے کہ قیامت آنے کے پہلے جب کوئی انسان اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو سب کچھ انسان کے لئے تھا جب انسان ہی نہ رہا تو پھر یہ سارے سامانِ دعوت کی کیا ضرورت ہے۔ یہ زمین اور آسمان یہ ساری کائنات کس کام کے۔ اس لئے قیامت قائم کر کے سارے عالم کو برباد کر دیا جائے گا۔ انسان کے معزز مہمان ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ہر چیز انسان کے کام کی ہے۔ انسان کسی کے کام کا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان اصل ہے اور ہر چیز کائنات میں سے اُسی کے لئے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا**۔ یعنی وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب یعنی بعض نفع لینے کے لئے اور بعض امتحان کے لئے۔ غرض دعوت کا سامان تیار ہو گیا۔ معزز مہمان انسان کا انتظار ہو رہا تھا۔

یکایک پردۂ غیب سے ندا ہوئی۔ **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً**. ہم زمین میں انسان پیدا کر کے اُس کو اپنا نائب بنا کر اُس کے ذریعہ سے اپنے احکام زمین میں جاری کریں گے۔ یہ ندا سُن کر سارا عالم محو حیرت تھا کہ

فرشتوں کے جیسے مخلوق ہوتے ہوئے پھر انسان پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ فرشتوں کے اور جن کے تعجب کی تو کچھ حد نہ رہی کہ انسان جس کا مادّہ اور خمیر ایسے اجسام مختلف الطبائع سے ہوگا جس کو قوّت شہویہ اور غضبیہ لازم ہے۔اس سے خواہ مخواہ فساد ظہور میں آنا ضروری ہے تو جو مخلوق جس میں دو بُری قوتیں اور ایک قوت عقلیہ عمدہ ہو اس کا پیدا کرنا بھی مقتضی حکمت نہیں۔ چہ جائے کہ اُس کو خلیفہ بنایا جائے۔رہی آپ کی تسبیح وتقدیس (سُبُحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کہنا) اس کے لئے ہم ملائکہ موجود ہیں جن میں قوت غضبیہ اور شہویہ کا مادہ ہی نہیں۔

فرشتوں کا اعتراض اور اللہ تعالیٰ کا جواب

جب فرشتوں نے (اعتراض وحسد کے طور پر نہیں بلکہ) نہایت عجز وانکسار سے اور ابلیس نے غرور وحسد سے یہ سوال کیا کہ الٰہی جس انسان کو آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ فساد مچائیں گے خوں ریزی کریں گے تو اس کے پیدا کرنے میں پھر اس کو خلیفہ بنانے میں کیا حکمت ہے؟ ابلیس تو مخاطب بنانے کے قابل نہیں تھا۔فرشتوں کو اپنا مخاطب بنا کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے فرشتو! تمہاری نظر انسان کے عیب پر اور اپنے ہنر پر پڑی۔

ان کے ہنر اور اپنے عیب کو بھی کچھ سونچے۔ان کے فساد کا خیال آیا۔ان

کا صلاح وتقویٰ کیوں یاد نہ آیا۔ اُن کی خوں ریزی کو تو دیکھے ان کی اشک ریزی کیوں پیش نظر نہ ہوی۔ اُن کے لغزش اور گناہ پر تو نظر پڑی اُن کا آہ ونالہ کیوں نہیں دکھائی دیا۔ اُن کی معصیت تو دیکھے ہماری مغفرت کو کیوں بھولے۔ اُن کے عصیاں تو نظر آئے اُن کا نورِ ایمان کیوں نظر نہیں آیا۔ اُن کا حرص وشہوت سے بھرا ہوا تن تو دکھائی دیا اُن کا عشق ومحبت سے بھرا ہوا دل کیوں تمہارے سامنے نہیں آیا۔ اُن کا نازونعمت میں پلا ہوا تن تو دیکھے اُن کا درد بھرا ہوا دل کیوں نہیں دیکھے۔ اُن کا ناز تو پیش نظر ہوا ان کا نیاز کیوں تمہارے سامنے نہیں آیا۔ اُن کے دامن آلودہ کو تو دیکھے ان کے غم فرسودہ دل کیوں نہیں دکھائی دیئے۔

میرے فرشتو ! جیسے اپنی تسبیح کو دیکھے ہوا ایسا ہی ان کے عاشقانہ سوز گداز کو بھی تو دیکھو۔ جیسے اپنی تحمید کو دیکھے ہوا ایسا ہی ان کے وجد وحال وچیخ وپکار کو بھی تو دیکھو۔ جیسے اپنے انوار کو دیکھے ہوا ایسا ہی اُن کے اسرار کو بھی تو دیکھو۔ جیسے اپنی خدمت دیکھے ہوا ایسا ہی ان کی قربت بھی تو دیکھو۔ جیسے اپنا نور طاعت دیکھے ہوا ایسا ہی ان کی ناز محبت بھی تو دیکھو۔ جیسے اپنی مستی ہمارے ساتھ دیکھے ہوا ایسا ہی ہماری دوستی ان کے ساتھ بھی تو دیکھو۔

دریں رہ نیست خود بینی خجستہ
تنے لاغر دِلے باید شکستہ

میرے فرشتو ! میرے راستہ میں خود بینی اچھی نہیں ہے۔

لاغرتن اور سب سے ٹوٹا ہوا دل چاہیئے۔

میرے فرشتو ! بادشاہ کے لئے جیسے خدم وحشم وشوکت وعظمت دکھانے کے لئے ضروری ہے۔ایسا ہی مونس ومحرم راز کی بھی ضرورت ہے تاکہ عشق ومحبت کا لطف اٹھائے۔اسی طرح سارا عالم خدم وحشم کی طرح ہے جس سے میری قدرت وسلطنت ظاہر ہوتی ہے ان میں سے کوئی میرا مونس ومحرم راز ہونے کے قابل نہیں ہے۔کسی کو عشق ومحبت کرنا نہیں آتا ہے انسان ہی میں میرے مونس ومحرم راز ہونے کی قابلیت ہے۔عشق ومحبت انسان ہی کا خاصہ ہے۔میرے عشق ومحبت میں اُن کے دل کی جلن اور تڑپ وبے چینی ملاء اعلیٰ کے رہنے والوں کے دل ہلا دے گی۔

او ناشکرے انسان ! کچھ سُن رہا ہے تیرا مالک تیری طرفداری میں فرشتوں کو کیا کہہ رہا ہے اُس کی مہربانی بھی دیکھ اور تیری ناقدردانی بھی دیکھ وہ کس طرح تیرے پر مہربان ہے اور تو کس طرح اس سے دُور دُور انجان انجان ہے۔تو مونس ومحرم راز دیکھا ہی نہیں، تجھے کیا معلوم وہ کیسے ہوتے ہیں۔آہم تجھے تیری عبرت کے لئے ایک محرم راز کی حکایت سناتے ہیں۔

حکایت : سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت سے

غلام تھے مگر سب شوکت و دبدبہ دکھانے کے لئے تھے عشق و محبت جتانے کے لئے اگر تھا تو ایک ایاز تھا۔

گورنریاں خالی ہوتیں تو ایک ایک غلام جائیدادوں پر گورنر مقرر کیا جاتا خوشی سے چلے جاتے۔ ایک وقت ایک جائیداد گورنری کی خالی ہوئی تو اس جائیداد پر سلطان نے ایاز کا نام لکھا۔ وہ بے حد رونے لگا۔ سب نے کہا یہ تو خوشی کا وقت ہے۔ ایک ملک کا تجھ کو بادشاہ بنارہے ہیں رونے کا کیا موقع ہے۔ ایاز نے کہا اب تک تو میں بادشاہ کا مونس و محرمِ راز تھا اب اور خِدم و حشم کے جیسا ہوگیا اس سے میرا رتبہ گھٹا یا بڑھا؟ ایسے وقت خوشی کا کیا موقع ہے۔

داد ایاز آں حال قومے را جواب
گفت بس دورید از نہج صواب

اس وقت لوگوں کو ایاز نے جواب دیا اور کہا تم سیدھے راستہ سے بہت دور جا پڑے ہو۔

نیستند آگہ کہ شاہِ انجمن
دور می انداز دم از خویشتن

تم کو خبر نہیں کہ بادشاہ سلامت مجھ کو اپنے سے دور کر رہے ہیں۔

گر بحکم من کند ملکِ جہاں
من نگروم غائب از وی یک زماں

اگر بادشاہ سلامت ساری دنیا بھی میرے حکم میں دیدے تب بھی میں ایک لحظہ اُس سے دور ہونے کو پسند نہیں کروں گا۔

ہرچہ گوید آں توانم کرد و بس
لیک از و دوری نجویم یک نفس

جو بادشاہ سلامت کہیں میں وہ کرنے راضی ہوں مگر ایک لحظہ اس سے دور رہنے کو پسند نہیں کروں گا۔

من چہ خواہم کرد مُلک و کارِ او
ملک ما را بس بود دیدارِ او

میں اُس کے ملک اور اُس کے کاروبار کو کیا کروں۔ مجھے اُس کا دیدار ساری سلطنت سے بہتر ہے۔

گر تو مردی طالبی و حق شناس
بندگی کردن بیاموز از ایاز

اگر تو مردان خدا سے ہے اور طالب حق ہے۔ اور قدرداں ہے تو محرم راز ہونا ایاز سے سیکھ۔

غرض انسان کی پیدائش کے متعلق فرشتوں وغیرہ کا جو سوال تھا اُس کا خدائے تعالیٰ نے قولاً مجملاً یہ جواب دیا کہ اِنّیٓ اَعْلَمُ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ۔ ان کے

پیدائش میں جو حکمت ہے وہ تم کو معلوم نہیں اُس کو ہم جانتے ہیں۔اور عملاً اس طرح جواب دیا۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ ۔فرشتوں کے اور دوسری مخلوق کے قائل کرنے کے لئے آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر (اور فرشتوں وغیرہ ساری کائنات پر) امانت یعنی دردِ دل ومحبت الٰہی پیش کر کے کہا کہ کون ہے جو ہماری اس امانت کو لیتا ہے؟

فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

اس امانت کے لئے اور اٹھانے کا مادّہ ہی نہ تھا اس لئے سب اس امانت کے اٹھانے سے ڈر گئے۔اس کے لینے سے انکار کئے۔کسی میں قابلیت ہی نہ تھی جو اُس کو لیتا اور اس بارِگراں کو اٹھاتا۔وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ۔ یہ خلیفۃ اللہ ہی کے حصہ میں آیا۔اُسی نے اِس امانت کو اٹھایا اور کیوں نہ اُٹھاتا یہ اسی لئے پیدا ہوا تھا سب سے اوّل اُسی نے سر جھکایا اور عرض کیا مجھے دیجئے آپ دیں اور میں نہ لوں۔

کارِ من ست جاناں بارِ غمت کشیدن
خوش وقت آں کہ دارد ایں نوع کار و بارے

میرے محبوب آپ کا بارِ غم اٹھانا میرا ہی کام ہے۔کیسے مزہ کا وہ وقت ہے جس میں آپ کی محبت دل میں بھری ہوئی تڑپا رہی ہو۔

نشو ونصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ توخنجر آزمائی

میرے محبوب تیری تیغ دشمنوں کونصیب نہ ہو، دوستوں کا سر سلامت رہے کہ تُو ان پر خنجر آزمائی کرے۔ اللہ تعالیٰ تعریفاً فرمایا: اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً۔ میرے محبوب انسان پر اعتراض کرنے والو ! دیکھو یہ وہی انسان ہے جس کو تم ظالم وجاہل سمجھتے تھے کیسے وہ ہماری محبت میں متوالا نکلا۔ یایوں سمجھو عشق ومحبت کا بارِ گراں اُٹھانا اوراس بلاومحبت کو گلے میں ڈالنا دانشمند اور دُور اندیش سے کب ہوسکتا ہے۔ یہ ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو اپنی جان پر مصیبت گوارا کرلیں۔ اور دُور اندیشی نہ کریں اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

جس امانت کا بوجھ آسمان بھی نہ اٹھا سکا۔ اس کا قرعہ مجھ دیوانہ کے نام پر ہی پڑا۔ اس وجہ سے کہ عاشقوں کا کام ہی نرالا ہوتا ہے۔

گرچہ بدنامیٔست نزدِ عاقلاں

مانمی خواہیم ننگ و نام را

گرچہ دوسری مخلوق اُس کو بدنامی سمجھے۔ ہمارے پاس ننگ ونام

کوئی چیز نہیں ہے۔

انسان کے امانت اُٹھانے کا نتیجہ ہے اور اُس کے دردِ دل اور محبت الٰہی وسوزِ نہانی کا اثر ہے جوشب بیداروں کو رات بھر جگاتا اور صبح کو سجدہ میں سر رکھوا کر پھوٹ کر رُلاتا ہے۔اسی لئے شیطان نے بہت سی عبادت کر کے ایک گناہ کیا بخشا نہ گیا۔ برخلاف آدم علیہ السلام کے کہ اس قدر عبادت بھی نہ کی تھی، ان کو فرشتوں کا مسجود بنایا گیا۔ دارالخلد میں بسایا گیا۔ باوجود ان انعامات کے گناہ کرلیا جس کی جس قدر سزا ہوتی تھوڑی ہوتی۔ اور ابد تک بخشی نہ جاتی تو بجا تھا۔مگر آدم علیہ السلام کے دردِ دل نے جب اُن کو جوش دِلایا اور اَبر کی طرح رُلایا۔ منہ سے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔ نکلوایا تو فوراً دریائے رحمتِ الٰہی جوش میں آیا۔گناہ کو معاف فرمایا۔

واہ رے شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخواں میری ہما کس مزے سے کھائے ہے

فرشتہ اور ساری مخلوق عبادت واطاعتِ الٰہی میں سرگرم ہے مگر اُن میں محبت اِلٰہی نہ بالقوۃ ہے نہ بالفعل۔ انسان بارِ امانت اُٹھانے کی وجہ سے اس میں محبت اِلٰہی بالقوۃ موجود تھی اور بالفعل کی طلب تھی وہ عالم بالا میں نہیں حاصل

ہوسکتی تھی۔ جیسے حبش میں انسان سیاہ پیدا ہوتا ہے اور سرد ملکوں میں گورا۔ حبش میں گورے انسان کی طلب بے سود ہے۔ ایسا ہی دنیا میں بالفعل محبت اِلٰہی پیدا ہوتی ہے۔ ملاء اعلیٰ میں اس کی طلب بالکل بے سود تھی۔ اس لئے انسان دنیا کے سفر کا ارادہ کرلیا۔ جب انسان معزز مہمان دنیا کے طرف آنے لگا تو اُس کو کہا گیا۔

دیکھو دنیا میں دھوکا بہت ہے تم کو تمہارے مقصد سے دور ڈالنے والے سیکڑوں چیزیں ملیں گے ذرا سنبھل کے رہنا۔ وہاں کے سیر و تماشہ میں لگ کر اور دنیا کے بھول بھلیوں میں پھنس کر کہیں اپنے مقصد کو بھول نہ جانا۔ انسان نے عرض کیا میرے مالک میرے مولیٰ میں جس مقصد کے لئے دنیا میں جارہا ہوں اُسی کے حاصل کرنے کی کوشش میں رہوں گا۔

جیسے یہاں محبت اِلٰہی میرا مقصد ہے ایسا ہی دنیا میں بھی محبت اِلٰہی میرا مقصد رہے گا۔ یہی روز میثاق کے عہد کا خلاصہ ہے پھر خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہوا میرے محبوب انسان تُو یہ نہ سمجھنا کہ میں تجھے تنہا بھیج رہا ہوں نہیں نہیں اس مقصد کے حصول میں جن جن چیزوں کی تجھ کو ضرورت ہوگی وہ سب کچھ تجھ کو دوں گا۔

جب اس شان سے انسان دنیا میں آگیا تو اُس کو محبت اِلٰہی حاصل کرنے کے لئے روحِ حیوانی کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ حسبِ وعدہ اُس کو روحِ حیوانی عطا فرمایا۔ اس لحاظ سے انسان میں

روح کی دو (۲) قسمیں

دو (۲) روح ہیں ایک تو روحِ انسانی ہے جو ملاء اعلیٰ میں رہتی تھی اسی نے بارِ امانت اٹھایا تھا۔ معرفت ومحبتِ الٰہی اِسی کو حاصل ہوتی ہے۔ دیدارِ اِلٰہی بھی اُسی روح کو ہوگا۔ خطاب اُسی سے، عتاب اُسی پر، ثواب اُسی کو، عذاب اُسی پر، سعید بھی یہی، شقی بھی یہی۔ **قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ**۔ اسی کے شان میں ہے۔

دوسری روحِ حیوانی ہے اُس کا منبع دل ہے۔ روحِ حیوانی ایک بھاپ ہے جو اخلاط سے پیدا ہوتی ہے۔ بواسطہ رگوں کے تمام جسم میں اور دماغ میں پہنچتی ہے۔ آنکھ اُسی سے دیکھنے لگتی ہے کان اُسی سے سُنتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کسی گھر میں چراغ لگادیئے جہاں جہاں روشنی پہنچی درودیوار سب روشن ہوگئے ایسا ہی تمام جسم روحِ حیوانی سے حرکت کرنے لگتا ہے۔ جیسے گھر کے کسی حصہ میں کوئی چیز چراغ کے حائل ہو جائے تو ادھر روشنی نہیں پہنچتی ہے ایسا ہی اگر کہیں سُدہ پڑ گیا تو روح حیوانی کا نور اس عضو پر نہیں پہنچتا ہے۔ فالج ہو جاتا ہے حرکت نہیں باقی رہتی ہے۔ دل کو مثل بتّی کے سمجھئے روح حیوانی کو مثل آگ کے اور غذا مثل تیل کے ہے۔ اگر تیل روک دیا جائے تو چراغ بجھ جاتا ہے۔ ایسا ہی

اگر غذا روک دی جائے تو حیوان مرجاتا ہے۔ جیسا تیل تو ہے مگر بتی بہت دن کی ہے تیل چوستی نہیں بجھ جاتی ہے۔ ایسا ہی بوڑھا ہونے کی وجہ سے دل پر بھی زمانہ دراز گذر گیا ہے غذا قبول نہیں کرتا مرجاتا ہے۔ جیسا کہ تیل بھی ہے بتی بھی اچھی ہے۔ کسی نے پھونک مارا چراغ بجھ جاتا ہے ایسا ہی کوئی زخم لگا یا روح حیوانی ختم ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ چراغ میں تین چیز ہوتے ہیں۔ بتی۔ آگ۔ روشنی۔ دل بتی ہے۔ روحِ حیوانی آگ۔ روحِ انسانی روشنی۔ لطافت کے اعتبار سے تو یہ مثال پوری ہے مگر اس اعتبار سے پوری نہیں کہ روشنی تابع ہے اگر چراغ نہ رہے تو روشنی نہیں رہتی ہے روحِ انسانی لطیف تو مثل روشنی کے ہے مگر چراغ سے علیحدہ ہو کر بھی باقی رہتی ہے۔ اس لئے یوں سمجھو کہ رُوحِ حیوانی سواری ہے اور روحِ انسانی سوار۔

سواری نہ رہے تو سوار باقی رہتا ہے مگر سواری سے جو بھی کام کرسکتا تھا اب نہیں کرسکتا۔ اس سواری سے جو روحِ حیوانی ہے خدائے تعالیٰ کی معرفت اور محبت کا شکار کرسکتے ہیں۔ شکار کرلیں تو سواری نہ رہنا ہی اچھا ہے۔ ہاں شکار نہ کریں اور سواری بھی چلی جائے تو بڑی حسرت ہوگی۔ یہ بھی قبر کے عذاب کی ایک قسم ہے۔

اِس روحِ حیوانی کے لئے جسم خاکی دیا گیا ان دونوں کے ملنے سے نفس اور اس کے صفات قوت غضبیہ وقوت شہویہ وہوٰی (یعنی جو جی میں آئے وہ کرنا کسی کی نہ سُننا) پیدا ہوئے۔

قرابادین کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ ہر چیز جو مفید ہے وہ کچھ نہ کچھ مضر بھی ہوتی ہے۔ لایق طبیب کا کام ہے کہ وہ ضرر دفع ہونے کے لئے کسی مصلح کا استعمال کرائے۔ ایسا ہی نفس بھی عشق ومحبت کے لئے بیحد مفید ہے مگر اس میں ضرر یہ ہے کہ یہ نفس شر کے طرف ہمیشہ مائل رہتا ہے اور ہردم ہر طرح کے خواہشوں کی طرف رغبت دلاتا ہے اور راہ راست سے اِدھر اُدھر لے جاتا ہے۔ اُس کی اصلاح کے لئے عقل پیدا کی گئی۔ اب انسان بڑی حکمت والے اور زبردست قدرت والے کی حکمت وقدرت کا بہترین نمونہ بن کر پیش ہوا۔

اس ترکیب کی وجہ سے روحِ انسانی میں بالفعل عشق ومحبت پیدا ہوگئی مگر ایسی ہی جیسے ایک سونے کا بڑا ٹکڑا ہو اُس سے جو زیور چاہیں بنا سکتے ہیں۔ کوئی ایک زیور بنانا مالکِ زر کے قوّتِ تمیزی پر موقوف ہے۔

ایسا ہی روحِ انسانی میں بالفعل عشق ومحبت تو پیدا ہوگئی ہے مگر یہ عشق ومحبت جس سے چاہیں کر سکتے ہیں۔ کسی ایک سے محبت کرنا یہ روحِ انسانی کے قوّتِ تمیزی پر موقوف ہے۔

بعض روحِ انسانی ایسی خوش نصیب ہوتی ہے کہ وہ عقل کے مشورہ سے نفس کو اپنے تابع بنا کر اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت پیدا کرتی ہے۔ یہ برگزیدہ حضرات اللہ تعالیٰ کے عشق ومحبت میں ایسے مست ومتوالے ہوتے ہیں کہ جب رات ہوتی ہے۔ اندھیری چوطرف چھا جاتی ہے۔ سونے والے سو جاتے ہیں عشاق اپنے معشوقوں کے ساتھ خلوت میں چلے جاتے ہیں۔ آرام کرنے والے آرام کرتے ہیں۔ اس وقت یہ رہتے ہیں یا ان کا خدا۔ کوئی دوسرا دیکھنے والا نہیں ہوتا ہے ان کو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا خوب موقع ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کبھی مناجات شروع کرتے ہیں، کبھی اُن کے نعمتوں کو یاد کر کر کے تعریف کیا کرتے ہیں، کبھی چلاتے ہیں، کبھی روتے ہیں، کبھی آہ آہ کرتے ہیں، کبھی ہائے ہائے کا شور مچاتے ہیں، کبھی عاشقانہ شکایت کرتے ہیں، کبھی شکوہ کا دفتر کھول دیتے ہیں۔ کبھی سنبھل کر ادب سے ہاتھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہو جاتے ہیں، کبھی بے طاقت ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال ان پر طاری ہوتی ہے تو کبھی رکوع میں جھک جاتے ہیں۔ کبھی سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ دل میں عشق ومحبت کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتے رہتا ہوں کہ وہ میرے لئے کیا کیا کر رہے ہیں۔ اور میں سنتے رہتا ہوں کہ وہ غلبہ محبت میں مجھ سے کیا کیا

کہہ رہے ہیں۔صبح ہو جاتی ہے مگران کا دُکھڑا ادھورا ہی رہ جاتا ہے۔

جب دن نکل آتا ہے تو وہ اپنے کیفیتوں کو چھپائے ہوئے سب کے ساتھ ملے ہوئے رہتے ہیں۔دنیا کے سارے کاروبار کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے مرضی کے موافق۔دنیا کرتے ہیں دین کے ساتھ۔اُن کے ہر کام سے اتباعِ سنّت ظاہر ہوتی ہے۔دنیا والوں کے سامنے صحابہ کرام کا نمونہ بن کر پیش ہوتے ہیں۔

گو وہ اپنے کو چھپائے ہوئے رہتے ہیں مگران کا شب بیداری کی وجہ سے چہرے کا رنگ زرد پڑ جانا اور ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں لینا۔آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے رہنا ان کے راز کو فاش کرتے رہتا ہے کسی نے سچ کہا ہے۔

عاشقاں را سہ نشانست اے پسر

رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

اُن کی شان تو قیامت میں دیکھنے کی ہوگی جب میدان قیامت میں ہر ایک امّت اپنے اپنے نبیوں کے نام کے ساتھ منسوب کر کے پکاری جائے گی مثلاً اے اُمّت موسیٰ۔اے اُمّت عیسیٰ۔اے اُمّت محمد ﷺ علیہم السلام۔مگر عاشقانِ الٰہی کو اس طرح پکارا جائے گا اے خدا کے چاہنے والو !اپنے محبوب کے پاس چلو اُن کو اس پکار سے ایسی خوشی ہوگی کہ قریب ہوگا کہ دل پھٹ جائے اور شادئ مرگ ہو جائے۔ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عاشقوں کا دل ہاتھ میں

لے کر اپنے برگزیدہ فرشتوں کو بلاتا ہے جب وہ حاضر ہو کر سجدہ میں گرتے ہیں تب ان سے فرماتا ہے میرے فرشتوں میں نے تم کو اس وقت سجدہ کے لئے نہیں بلایا ہے اپنے عاشقوں کا دل دکھانے کے لئے طلب کیا ہے۔ یہ ان ہی کا دل ہے جن کے نسبت تم نے کہا ہے مفسد، خوں ریز انسان کو آپ کیوں پیدا کرتے ہیں۔ اب تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ کیسے ہیں ان کے دلوں سے آسمان ایسا روشن ہوتا ہے جیسے زمین آفتاب سے۔

اور بعض روح انسانی عقل کے مشورہ کو ٹھکرا کر خود اپنے کو نفس کے تابع بنا کر دنیا کی ہر چیز سے محبت کرتی ہے ایک نہیں تو اللہ تعالیٰ سے۔ دل کو اوروں کی محبت سے بھر دیتی ہے۔ کہیں کسی کونے میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے جگہ نہیں چھوڑی ہائے افسوس اے انسان! تجھے کس سے محبت کرنا تھا تو کس سے محبت کر رہا ہے۔ تجھے ترقی کرنا تھا بجائے اس کے تو تنزل کر رہا ہے۔ آخرت کو بھولا، سفر کو بھلا۔ دنیا میں آنے کے پہلے جو تیری حالت تھی وہ بھی کھو دیا۔ ہائے افسوس اے غافل انسان! تو نے یہ کیا کیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سے محبت رکھتے ہیں

جب یہ حالت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوتی ہے۔ او ناشکرے انسان! تو کیا تھا ہم تجھ کو کیا کیئے۔ ساری مخلوقات میں سے چُن

کر ہم تجھ سے محبت کا علاقہ جوڑے۔ مگر او ناشکرے انسان! تو ہم کو چھوڑا ہوا، ہم سے منہ موڑا ہوا دُور دُور رہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمارا ہو جائے مگر تُو ہمارا ہونا نہیں چاہتا۔ اے او بے وفا انسان! تیرے میں اور ہمارے میں کیا قول و قرار ہوئے تھے۔ کیا تجھے میثاق کا وعدہ یاد نہیں۔ کیا ایفائے وعدہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ داؤد علیہ السلام پر اس طرح وحی آئی۔ اے داؤد ! اگر یہ بد بخت لوگ جو مجھ سے محبت نہیں کرتے ہیں۔ مجھ سے دُور پڑے ہوئے ہیں جان لیں کہ مجھ کو ان سے کس قدر محبت ہے میں کیسا ان پر مہربان ہوں۔ میں کیسا ان کا منتظر ہوں کہ وہ میرے طرف رجوع کریں اور کیسا شوق مجھ کو ہے کہ کسی طرح وہ گناہوں کو چھوڑ دیں تو وہ لوگ ضرور میرے عشق میں مر جائیں گے میرے شوق و محبت کو دیکھ کر اُن کے اعضاء شوق و محبت میں تکڑے تکڑے ہو جائیں گے۔ اے داؤد! جب میرا حال ان بد بختوں کے ساتھ جو مجھ سے محبت نہیں کرتے ہیں۔ تو کیا حال میرا اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جو کہ میرے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دل و جان سے میرے طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔

دوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں۔ اے

بے سمجھ بندے ہم کو چھوڑ کر تو جس سے محبت کرتا ہے کیا وہ ہم سے زیادہ اچھا ہے اگر تو کسی سے محبت اس لئے کرتا ہے کہ وہ تیرے ساتھ کچھ احسان کیا ہے تو کیا مجھ سے زیادہ اس کا تجھ پر احسان ہے۔ ہمارے احسانات ہمارے بے گنتی نعمتیں جو تجھ پر ہو رہی ہیں آج سے نہیں تیرے دنیا میں آنے کے پہلے سے ہو رہی ہیں تو نَسْیًا مَّنْسِیًّا تھا میں تجھ کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا پھر تو کبھی منی کا قطرہ اور کبھی خون کا ڈلا اور کبھی گوشت کا لوتھڑا۔ پھر ہڈیاں بنے، رگ پٹھے جوڑے گئے۔ گوشت کی تہہ دے کر اس پر سے چمڑا مڑا گیا، اچھا خاصہ انسان بنا کر زمین پر لایا۔ پھر طفل بنا کر رکھا۔ جوان ہوا۔ ادھڑ۔ بوڑھا۔ ہر حالت میں ہمارے ہی احسانات تجھ پر ہوتے رہے۔ ہماری ہی نعمتوں میں تو چھوٹے سے بڑا ہوا۔ ناشکرے انسان! اتنا سب ہو کر پھر ہمارا تجھ پر کچھ احسان نہیں۔ ہر حال ہر وقت تیری زندگی کے سامان مہیا کرتے رہتا ہوں۔ غرض ہمارے احسانات کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے۔ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ۔ اگر ہماری نعمتوں کو گِن سکو گے ہرگز ممکن نہیں اور جو بھی بظاہر تجھ پر احسان کیا کرتا ہے وہ حقیقت میں ہم ہی نے کیا ہے۔ اگر ہم اس کے دل کو تیرے پر احسان کرنے کی توفیق نہ دیتے کیا وہ تیرے پر احسان کرتا ہرگز نہیں۔ تیری مثال ایسی ہے کہ ایک فقیر کسی بادشاہ سے سوال کیا تو بادشاہ اپنے خزانے سے دلانے کیلئے وزیر کو حکم دیا۔ وزیر معتمد

کو، معتمد خزانچی کو، خزانچی چپراسی کے ہاتھ سے دلایا۔ جاہل فقیر نے کہا کہ چپراسی کا مجھ پر بڑا احسان ہوا ہے چپراسی کہے گا میں کیا چیز ہوں خزانچی کا احسان ہے، وہ کہے گا معتمد کا، معتمد کہے گا وزیر کا، وزیر مقرب سلطان کا ہے اُس کو خوف ہوگا کہیں بادشاہ کو اُس کی خبر ہو جائے تو وہ مجھ کو اپنا شریک سمجھ کر ناراض ہو جائے گا۔ اِسی لئے وزیر نے فقیر سے کہا جاہل نہ بن، ادب کو ہاتھ سے نہ جانے دے، خزانہ کا مالک بادشاہ ہے سب کو وہی دیتا ہے۔ ہم سب کا وہی محسن ہے۔ ایسا ہی بے سمجھ بندے، اصلی محسن تو ہم ہیں۔ ہم کو چھوڑ کر ہماری مخلوق کو محسن سمجھ کر ان سے محبت کر رہا ہے۔ کیسی یہ تیری نادانی ہے او بے سمجھ بندے۔

اگر تجھے کسی سے اس لئے محبت ہے کہ وہ نیک ہے مثلاً کسی بادشاہ سے اِس لئے محبت ہے کہ وہ عادل غریب پرور ہے گو تو اس کی حکومت میں نہیں ہے کہ وہ عادل غریب پرور ہے نہ وہ تیرا محسن ہے۔ اس لحاظ سے بھی ہم ہی سے محبت ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ ساری مخلوقات پر ہمارا احسان عام ہے۔ ہم سے بڑھ کر کوئی عطا کرنے والا اور حاجتیں پورے کرنے والا نہیں ہے۔

اگر حُسن و جمال کی وجہ سے تجھ کو کسی سے محبت ہے تو بتا کیا تجھے جمالِ ظاہری پسند ہے یا جمالِ باطنی۔

اگر جمالِ ظاہری پر فریفتہ ہے تو خوب رویانِ پری تمثال مہوشانِ حور

جمال کو حُسن و جمال دینے والا کیسا جمیل ہوگا۔ یہ بھی تو ذرا سوچ۔ اگر تجھے تاب ہوتی ہم تو ہم اپنا جمال یہیں دنیا میں دکھاتے۔ مزہ تو ہمارے جمال کا قیامت میں دیدار کے وقت ہوگا۔

اگر جمالِ باطنی (یعنی علم وقدرت وغیرہ) کے وجہ سے محبت ہے تو اولیں وآخریں کا علم ہمارے علم کے سامنے ذرّہ برابر نہیں ہے یا قدرت باعث محبت ہے۔ جیسے رستم کی شجاعت سُن سُن کر اُس سے محبت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی ہم ہی سے محبت ہونا چاہیے۔ سب کچھ ہمارے ہی قبضۂ قدرت میں ہے۔ ایک مچھر سے بڑے سے بڑے بادشاہ کو ہلاک کرسکتے ہیں، جو چاہیں وہ کریں کوئی ہم سے پوچھنے والا نہیں۔ کوئی ہمارے حکم کو ٹالنے والا نہیں۔

اگر کسی کے تقدس کی وجہ سے محبت ہے تو یہ صفتِ تقدس بھی ہم ہی کو کمال کے ساتھ حاصل ہے۔

اَلْمَلِکُ الْقُدُّوسُ ہمارا ہی نام ہے۔ بے عیب بے نقصان ہماری ہی ذات ہے۔

او ناقدرے انسان ! اس حدیث کو سُنا ہمارے مالک ہمارے مولیٰ کس کس طرح سے تجھ کو اپنے ساتھ محبت کرنے کی رغبت دلا رہے ہیں تُو ہے کہ خواب غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ جھنجوڑ جھنجوڑ کر اٹھا رہے ہیں تو اُٹھنے کا نام نہیں لے

رہا ہے۔ کیا تجھے یاد نہیں موت کا تجھ سے وعدہ ہو چکا ہے۔ قبر تیرا اصلی گھر ہے۔ مٹی تیرا بچھونا ہے۔ گھبراہٹ کا دن یعنی قیامت تیرے سامنے ہے۔ مُردوں کا لشکر تیرا منتظر ہے۔ مُردوں نے بڑی سخت قسمیں کھائی ہیں۔ جب تک تجھ کو اپنے ساتھ نہ لے لیں گے اور اپنے ساتھ نہ ملا لیں گے اپنی جگہ سے نہ ٹلیں گے۔

اوغافل انسان! کیا تجھے خبر نہیں کہ مُردے صرف ایک دن کے واسطے دنیا میں آنے کی آرزو کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر کے واپس ہو جائیں۔ ہائے ان کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی ہے۔ ابھی تجھے موقع ہے تُو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر سکتا ہے مگر نہیں کر رہا ہے۔ دیکھ تُو دھوکا کھا رہا ہے ایک دن تجھ کو بھی مُردہ ہونا ہے۔ عنقریب زمین کا گڑھا تیری قبر بننے والا ہے۔

ہائے افسوس تو اُس کو بھولا ہوا ہے۔

خدا کے سامنے جانے کو بھولے ہوئے انسان کچھ تو خوف کر۔ سچ بتا تو کس دل سے خدا کے سامنے کھڑا ہوگا۔ کس زبان سے تو اُس کے سوال کا جواب دے گا۔ حضرت نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیامت کا حساب کچھ طول طویل نہیں دو ۲ لفظ ہیں ذرا اُس کا جواب سوچ رکھئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلا کر فرمائیں گے۔

بندۂ من ! من تُرا بودم تو کِرا بودی۔ میرے بندے میں تو تیرا

کتابُ المحبۃ

تھا تو کس کا تھا۔

ربط غیروں سے ہے اور ہم سے وفا چاہتے ہو
خود ہی سوچو کہ یہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو

لذۃِ حسّی اور لذۃِ خیالی میں پھنسے ہوئے انسان لذّتِ قلبی (محبتِ

الٰہی) کا تجھے مزہ ہی نہیں معلوم۔ اگر لذّتِ قلبی کا مزہ معلوم ہوتا تو تُو سارے لذّتوں کو آگ لگا کر لذّتِ قلبی کے حاصل کرنے میں کوشش کیا کرتا۔ تجھے لذّتِ قلبی کیسے معلوم ہو؟ تیرے زندگی کی ابتداء بچپنے سے ہوتی ہے۔ بچپنے میں لذّت و مزہ کسی چیز میں نہیں آتا ہے۔ اگر مزہ آتا ہے تو کھیل میں۔ اگر بچّہ سے کہا جائے کہ کھیلو نہیں۔ ایک جوان عورت سے نکاح کر دیتے ہیں۔ جماع میں بڑا مزہ آتا ہے۔ بچّہ کہے گا غلط۔ اس میں کیا مزہ ہے۔ اگر مزہ ہے تو پتنگ میں، چینڈول میں، لٹّو میں ہے۔ جوان ہنستے ہیں کہ اس کو معلوم ہی نہیں۔ اگر معلوم ہوگا کہ عورت میں کیا مزہ ہے تو سب کھیلوں کو آگ لگا دے گا۔

جب جوان ہوا تو معلوم ہوا کہ عورت میں کیا مزہ ہے۔ اچھے کپڑوں میں بھی مزہ آرہا ہے۔ اچھے کھانوں میں بھی مزہ آرہا ہے۔ بچپنے کے کھیلوں پر خود ہنستا ہے کہ لاحول میں نے بے کار عمر ضائع کیا۔ عورت کے اور کھانے کپڑے کے مزہ کے سامنے کھیل کا مزہ کچھ بھی نہیں۔ ان سب مزوں کو لذّتِ حسّی کہتے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور لذّت ہے جس پر سے انسان کھانے پہننے کے سب لذتوں کو قربان کردیتا ہے وہ لذّت حکومت کی ہے۔ اگر کہا جائے کہ فلاں ڈگری ہو تو فلاں عہدہ ملتا ہے تو کھانا پینا نیند برباد کرکے حکومت کے لئے جان توڑ کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ یہ خیالاتی لذّت ہے۔ صرف خیال پر مزہ لیا جاتا ہے اس کو لذّتِ خیالی کہتے ہیں۔

لذّتوں کے اقسام اور ان کی تفصیل

یہاں تک تو نفس وشیطان ساتھ ہیں۔ ان لذّتوں کو لذّت کر کے دکھاتے ہیں۔ یوں بھی ہر شخص ان لذّتوں کو لذّت سمجھتا ہے۔ اس لئے ان لذّتوں کو سِکھانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے آگے ایک اور لذّت ہے اُس کو سکھانے کی ضرورت ہے وہ خدا کے عشق ومحبت کی لذّت ہے اور اُس کی تابعداری واطاعت کی لذّت ہے۔ اس کو لذّتِ قلبی کہتے ہیں۔ جیسے بچّہ عورت کی لذّت سے انکار کرتا تھا ایسا ہی سب اس دل کی لذّت سے انکار کرتے ہیں۔ جب جوان ہوا اور عورت کی لذت ملی تو اب کہتا ہے کہ میری وہ سب پچھلی عمر ضائع ہوگئی۔ ایسا ہی اس دل کی لذّت کا مزہ لگ جائے تو وہ بھی یہی کہے گا افسوس میں نے اپنی ساری عمر برباد کردی۔ جیسے آبِ حیات ظلمات میں چھپا ہوا ہے۔ ایسا ہی لذّتِ قلبی اور لذّت خیالی کے ظلمات میں بھی ہوتی ہے کہ کوئی لذّتِ حسّی میں اٹک جاتا ہے۔ اور

کوئی لذّتِ خیالی میں۔ مگر افسوس اس عالم میں دنیا کے کلوروفارم نے ہم کو بے ہوش کر رکھا ہے۔ مرتے ہی کلوروفارم اُتر جائے گا۔ جب افسوس ہوگا ہائے ہم نے لذّت قلبی کیوں پیدا نہ کیا۔ اس لئے لذّتِ قلبی کو سکھانے کے واسطے پیغمبروں کو بھیجا گیا انہوں نے سمجھایا۔

لوگو ! لذّتِ حِسّی ولذّتِ خیالی چندروزہ لذت ہے۔ لذّتِ قلبی ابدالآباد کی لذّت ہے۔ لذّتِ حِسّی وخیالی میں طرح طرح کی مصیبتیں ہیں۔ ایک مزہ کے ساتھ ہزاروں بدمزگیاں ہیں۔ مگر دل کی لذّت میں مزہ کے ہی مزہ ہے۔ بدمزگی نام کو نہیں۔ یہ لذّت قلبی پیدا ہوتی ہے۔ اسی جہاں میں اور ساتھ رہتی ہے قبر و قیامت میں۔

صاحبو ! یہ لذّتِ قلبی یہیں سے پیدا کر کے چلو۔ ورنہ مرنے کے بعد یہ ملنے والی چیز نہیں ہے۔ یہی لذّتِ قلبی بڑھتے بڑھتے دیدارِ الٰہی کا سبب بنتی ہے۔

صاحبو ! خدا کا دیدار چاہتے ہو تو لذّت قلبی پیدا کرو۔

صاحبو ! یوں سمجھو کہ اگر کوئی بچہ قیمتی چیز خراب کر رہا ہو تو آپ مٹھائی دے کر بہلاتے ہو اور بچہ مٹھائی پر بہل کر قیمتی چیز چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح ہم نادان بچوں کی طرح دنیا کی مٹھائی پر بہل کر لذّتِ قلبی جیسی عمدہ چیز کو

چھوڑ بیٹھے ہیں۔

ہائے ہم نے کچھ نہ سمجھا۔ اپنی پیاری عمر کو لذّتِ حِسّی اور لذّتِ خیالی میں برباد کردیئے ہیں۔

نیم عمر از آرزوئے دلستاں
نیم عمر از غصّہ ہائے دشمناں

ہائے ہم نے آرزوؤں کے پیچھے آدھی عمر برباد کردی ہے۔ رہی آدھی عمر وہ بھی دشمنوں سے بدلہ لینے میں صرف کردی ہے۔

جامہ را بُرد آں، کلہ را ایں بہ برد
غرقِ بازی گشتہ ماچوں طفلِ خرد

ہماری مثال اس بچّہ کے جیسی ہے جو کرتہ اور ٹوپی اتار کر ایک جگہ رکھ دیا اور کھیل میں محو ہوگیا۔ چور کو موقع مل گیا۔ کوئی ٹوپی لے گیا۔ اور کوئی کرتہ۔ شام ہورہی ہے۔ گھر جانے کا وقت آگیا۔ کھیل ختم ہوگیا۔ بچہ ڈر رہا ہے۔ کیا منہ لے کر گھر جاؤں۔ باپ کو کیا کہوں۔

ہائے ہم بھی لذّتِ حِسّی وخیالی کے کھیلوں میں ایسا لگ گئے کہ لذّتِ قلبی بھی بھولے، سفر کا مقصد بھی بھولے، زندگی کی شام ہورہی ہے۔ اپنے وطن کو واپس جانے کا وقت آگیا۔ ڈر ہورہا ہے۔ کیا منھ لے کر خدا کے سامنے جائیں اور اس

سے کیا عرض کریں۔

غفلت کی نیند سوئے ہوئے انسان ! ذرا عبرت کی آنکھ کھول کر دیکھ کہ کیسے کیسے نوجوان حسین، ہائے کیسے کیسے بااقبال ذی اقتدار بادشاہان ہفت اقلیم، کیسے کیسے آرام وعیش اٹھانے والے، لذّتِ حِسّی وخیالی میں رات دن پھنسے رہنے والے ہزاروں مَن مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کی اے لئیم
تو نے یہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

اب نہ وہ سامانِ عیش ہی اُن کے پاس ہے نہ وہ مال وزر ہی ہے۔ پھر جب آخر کار ایک روز یہ سب عیش وآرام ہاتھ سے جاتا ہے۔ اب نہیں تو دس بیس برس کے بعد پھر اس چندروزہ لذّتِ حِسّی وخیالی میں کیا دل لگائیں۔ عالم باقی میں کام آنے والی لذّتِ قلبی کو حاصل کرنے کی کیوں کوشش نہ کریں۔

بے بس انسان دیکھ تو اِسی بے خبری میں رہے گا کہ یکا یک وہ وقت آجائے گا کہ پنڈلی پنڈلی سے رگڑ کھا رہی ہوگی۔ کُوچ کا وقت قریب آگیا ہے دُنیا چھوٹ رہی ہے۔ اب تک لذّتِ حِسّی وخیالی میں رہے وہ سب چھوٹ رہے ہیں۔

ہائے رے اُس وقت کی حسرت۔ چاہتا ہے کہ لذّتِ قلبی پیدا کرے وقت جاچکا۔ ساری عمر لذّتِ حِسّی ولذّتِ خیالی میں رہے۔ ہائے گھڑی دو گھڑی

میں کیسے لذّت قلبی حاصل ہوگی۔اب وقت ہے۔

گوشہ رو، نامہ بکشا بخواں

بیں کہ حرفش ہست در خورِ شہاں

ایک کونہ میں بیٹھ دل کے خط کو کھول کر پڑھ تو سہی۔ دیکھ ایک حرف بھی اس میں بادشاہوں کے لایق ہے؟ رات دن لذّتِ حِسّی ولذّتِ خیالی میں رہنا سارے دل کو تیرے سیاہ بنادیا ہے۔اب کیا تدبیر ہے کچھ تو سوچ۔

گر نباشد در خور آنرا پارہ کن

نامۂ دیگر نویس و چارہ کن

تدبیر بھی یہی ہے کہ جب تیرا دل اللہ کو دکھانے کے قابل نہیں ہے تو اُس دل کے ٹوٹکڑے کردے۔ دوسرا ایسا دل حاصل کر جو لذّتِ قلبی سے نورانی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو دکھانے کے قابل ہو۔

ممکن ہے کہ یہ سب سُن کر کوئی ہٹ دھرم انسان کہنے لگے کہ ہم نے تو زندگی کا مقصد پورا کرلیا ہے۔ محبتِ الٰہی حاصل کرلی ہے تو اُس سے کہا جائے گا کہ ہر سونا یہی کہتا ہے کہ میں کھرا ہوں۔ کسوٹی بتادے گی کہ وہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ ایسا ہی محبتِ الٰہی کی بھی کسوٹی ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ محبتِ الٰہی حاصل ہوگئی ہے یا نہیں۔

آیئے جس کی محبت ہے اُسی سے پوچھیں کہ آپ کی محبت کی کسوٹی کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

اتباعِ سنت اللہ کی محبت کی کسوٹی ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ

اگر تم کو حقیقۃً ہماری محبت ہے تو ہمارے رسول کا کہنا مانو۔ اُن کے قول وفعل کو اس طرح واجب العمل بنالو کہ نہ خودسرائی کا وہم، نہ خوشی نہ ناخوشی کا ذکر باقی رہے۔ یہی ہماری محبت کی کسوٹی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ خوش نویس جب اپنے شاگردوں کو خطاطی کی صلاح دیتا ہے تو پہلے زبان سے سمجھاتا ہے کہ مثلاً الف تین نقطہ کا ہوتا ہے صرف کہنے سے سمجھ میں نہیں آتا ہے تو خود لکھ کر الف کا نمونہ دیتا ہے۔ اگر شاگرد نمونہ کے موافق نہ لکھے تو اُستاد ناراض ہوتا ہے۔

اِسی طرح کسی نے نمونہ کی شیروانی درزی کو دے کر کہا کہ اس نمونہ کے موافق اس کپڑے کی شیروانی سی دو۔ درزی نمونہ کے خلاف سی کر نمونہ سے چھوٹی یا بڑی سی دیا تو شیروانی کا مالک ہرگز اس کو پسند نہیں کرے گا۔

صاحبو! خوش نویس کو اور شیروانی کے مالک کو تو یہ حق ہے کہ نمونہ کے خلاف ہونے سے ناراض ہو جائے اور اُس کو پسند نہ کرے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو اس کا حق نہیں کہ اپنے کلام اور اپنے دیئے ہوئے نمونہ کے (یعنی رسول ﷺ کے) خلاف تمہارے اعمال ہوں تو اُس سے ناراض ہو کر پسند نہ کرے اور تمہارے سچی محبت کے دعوے کو جھوٹا قرار دے؟

اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والو! اگر تم اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے پھر بھی اللہ کے محبت کا دعویٰ کر رہے ہو تو تم دھوکہ کھا رہے ہو، جلد اپنی خبر لو۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کرو۔ قول میں، عمل میں، اخلاق میں، حال میں، سیرت میں، عقیدہ میں، اللہ کے رسول ﷺ کے طریقہ پر چلو تو اللہ کے سچے محبت کرنے والوں میں تمہارا شمارا ہوگا۔ اگر اس سے تم کو کچھ حصہ نہیں ہے تو سمجھو کہ محبتِ الٰہی سے بھی تم کو کچھ حصہ نہیں ہے۔

یہ محبت کا اٹل قانون ہے کہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو محبوب کے درو دیوار سے اور اُس کے ہر چیز سے محبت کرنے لگتا ہے۔ کیا تم نے مجنوں کے یہ اشعار نہیں سنا ہے وہ کہتا ہے۔

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلیٰ

اُقَبِّلُ ذَالْجِدَارَ وَ ذَالْجِدَارَا

میں جب لیلیٰ کے محلّہ پر گزرتا ہے ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو۔

وَمَاحُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

ان دیواروں کی محبت میں میرا یہ حال نہیں ہے۔ بلکہ ان دیواروں میں جو رہنے والی ہے اُس کی محبت یہ سب کچھ کرا رہی ہے۔

اللہ سے محبت کرنے والو! اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے تو تم اپنے باطن کو اور قلب کو اور نفس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن سے اور قلب سے اور نفس سے خاص مناسبت پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اصلی محبت ہے۔ اس مناسبت کی وجہ سے تم سے بھی ویسی ہی محبت ہوگی۔ جیسے محبوب کے در و دیوار سے ہوتی ہے اِسی کو اللہ تعالیٰ اس طرح ادا فرماتے ہیں۔

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

محبت بھی عجیب چیز ہے۔ جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو محبوب کے عیب بھی عیب نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کا ہمارا رات و دن کا مشاہدہ ہے کہ ایک ننھا سا ریٹلہ بچہ جس کا مُنہ ریٹھ میں لت پت ہے۔ تھوک بہہ رہا ہے۔ ہاتھ

پاؤں غلیظ ہیں۔ کپڑے خراب ہیں۔ دوسری عورتیں گھناتی ہیں۔ جب وہی بچہ ماں کے سامنے آتا ہے اور اپنے ننھے سے دل کا اور چھوٹے سے دل کا اثر ڈالتا ہے تو ماں کشاں کشاں بے چین ہو کر آتی ہے۔ محبت اُس کو نہ نجاست کا خیال کرنے دیتی ہے نہ غلاظت کا۔ اُٹھا لیتی ہے سینہ سے لپٹا لیتی ہے۔ اپنے ہاتھوں سے ریٹھ پوچھتی ہے۔ غلاظت صاف کرتی ہے۔ یہ ہیں محبت کے کرشمے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت ہو جاتی ہے گو ہم گناہوں کی نجاست میں لُت پُت ہوں مگر اللہ تعالیٰ ہم کو قبول فرما لیتا ہے۔ اور کیا کرتا ہے۔ **يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** ۔ جیسے ماں بچہ کو ریٹھ سے پاک کرتی ہے۔ ایسا ہی ہم سے محبت کرنے والا خدا بھی ہم کو ہمارے تمام گناہوں سے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ کیوں نہ کرے **وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ**۔ ان کا نام ہی **غَفُورُ الرَّحِيم** ہے۔ وہ ایسا نہ کرے تو پھر اور کون کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ اتّباع یہ ہے کہ دین کی حفاظت کے ساتھ دنیا کی جائے تو وہ دنیا محمود ہے۔ دین ہی ہے اگر دین کو کھو کر آخرت کو بگاڑ کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے دنیا کی جائے تو وہ دنیا مذموم ہے۔ ایسے ہی دنیا سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح کی دنیا میں پھنسے ہوؤں کو حضرت جامیؒ

اس طرح مخاطب بنا رہے ہیں۔

دلا تا کے دریں کاخِ مجازی
کنی مانندِ طفلاں خاک بازی

دنیا پر دھوکا کھائے ہوئے لوگو! جس دنیا کو تم نے حقیقی محل سمجھا ہے۔ وہ محض شعبدہ اور نظر بندی کا گھر ہے۔ بچوں کی طرح مٹی کے کھلونے سے کب تک کھیلتے رہو گے۔ دیکھنے کو تو یہ کھلونے، گھوڑے، ہاتھی سب ہی ہیں۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ شعبدہ باز دنیا نے تم پر نظر بندی کی ہے۔ ہے کچھ۔ سمجھ رہے ہو تم کچھ۔ تم پر ایک وقت وہ آتا ہے کہ نہ یہ کھلونے رہیں گے نہ تم رہو گے۔ ابھی وقت ہے۔

بیفشاں بال و پر زِ آمیزش خاک
بہ پر تا کنگرے ایوانِ افلاک

تیرے اڑنے کے بازوؤں کو مذموم دنیا کی خاک نے اڑنے سے روک دیا ہے۔ مذموم دنیا کی خاک جھٹک دے۔ پھر اپنے قدیم اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے۔

دنیا پر مر مٹے ہوئے لوگو! اب تک شاید تم نے دنیا کو محمود ہی سمجھا ہوا ہے۔ ایسا نہیں ہے۔

دنیا دو ۲ طرح کی ہے۔

ایک تو دنیا محمود ہے۔ جس سے ایسے صفات حمیدہ پیدا ہوتے ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان صفات سے راضی ہیں۔ ایسے صفات سے آراستہ ہونے کو تحلیہ کہتے ہیں۔

دوسری دُنیا مذموم ہے۔ اس سے صفاتِ رذیلہ پیدا ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان صفات سے ناراض ہوتے ہیں۔ ان صفات سے بچتے رہنے کو تخلیہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں صفاتِ تحلیہ کو اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ سے اور صفات تخلیہ کو اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ سے تعبیر کی گئی ہے۔

اللہ سے محبت کرنے والو ! اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے تو جن صفات سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے ان صفات سے آراستہ ہو جاؤ۔ اور جن صفات سے اللہ تعالیٰ کو محبت نہیں ہے ان صفات کو چھوڑ دو تو محبوب صفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم کو بھی محبوب بنالیں گے۔ اب ہم تمام قرآن شریف سے یُحِبُّ اور لَایُحِبُّ سے جو صفات بیان کئے گئے ہیں۔ چن چن کر دو عنوان میں جمع کرتے ہیں۔

قاعدہ ہے کہ پہلے مکان کو کچرے کوڑے اور جالوں سے پاک وصاف کرتے ہیں۔ پھر زینت کی چیزوں سے آراستہ بناتے ہیں۔ ایسا ہی انسان کو چاہیے کہ پہلے صفاتِ رذیلہ سے پاک وصاف ہو کر پھر صفاتِ حمیدہ سے آراستہ ہو۔ اس لئے ہم صفاتِ رذیلہ کو پہلے تخلیہ کے عنوان سے اور صفاتِ حمیدہ کو تحلیہ کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔

تخلیہ

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

اللہ (قانونِ شرعی) کے حد سے نکلنے والوں کو دوست نہیں رکھتے ہیں۔ (بیان القرآن) حدِّ شرعی سے بڑھ نہ جاؤ۔ یعنی استعمال مباح وحلال میں بھی اسراف وفضول کاری نہ کرو۔ (خلاصۃ التفاسیر)

حتیٰ کہ جس طرح دُعا کرنے کیلئے حکم کیا گیا ہے اس کے حد سے نکلنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتے ہیں۔ مثلاً چیخ چیخ کر دُعا کرنا یا ایسی چیز کیلئے دُعا کرنا۔ جس کے وہ لایق نہیں ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کے رتبہ پر پہنچنا یا آسمان پر چڑھنا۔ یہ بھی دُعا میں حد سے بڑھنے والے سمجھے جائیں گے۔ (روح البیان)

اِنَّہُ لَایُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ

اللہ تعالیٰ کو بے جا، بے فائدہ، ضرورت سے زائد خرچ کرنے والوں سے محبت نہیں ہے۔ (خلاصۃ التفاسیر)

اللہ تعالیٰ کو فضول خرچ کرنے والوں سے محبت نہیں ہے۔ (حقانی) صرفِ بے اندازہ و بے محل کو اسراف کہتے ہیں۔ پس اندازۂ شرعی کی مخالفت حرام۔ اور اندازۂ عقلی کی مخالفت مضرِ مصالح۔ و اندازۂ عُرفی کی مخالفت موجب

تضحیک ہے۔ ہر حال میں اسراف امر خبیث ورکیک ہے۔ مسئلہ بہ قدر ضرورت کہ مرنہ جائے کھانا واجب ہے۔ وبغرضِ حصولِ قوتِ اطاعت مستحب ہے۔ وبغرضِ تلذّ ذ وپُرئی شکم و مصالح معاش مباح وجائز۔اس سے زیادہ اسراب مضرومنع ہے۔(خلاصۃ التفاسیر)

حکایت۔ایک نصرانی حاذق طبیب نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا،علم دوقسم کا ہوتا ہے۔علم الادیان وعلم الابدان۔تمہاری کتاب توعلم الادیان کیلئے ہی ہے۔علم الابدان یعنی طب کا بھی اُس میں کچھ ذکر ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب کی آدھی آیات میں کل طب کوجمع فرمادیا ہے۔ اُس نے کہا وہ کیاہے؟ آپ نے فرمایا **کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا** ہے۔یعنی کھاؤ پیو،کھانے اور پینے میں اسراف مت کرو(اسی اسراف سے تمام بیماریاں پیدا ہوتی ہیں)پھرطبیب نصرانی نے کہا کیاتمہارے رسول سے بھی طب کے متعلق کچھ منقول ہے؟ آپ نے فرمایاہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند جملوں میں تمام طب کوجمع فرمادیاہے۔اُس نے کہاوہ کیا ہے۔

آپ نے فرمایاہمارے رسول ﷺ کاارشاد ہے۔

اَلْمِعْدَۃُ بَیْتُ الدَّاءِ : بیماری کا گھر معدہ ہے۔

وَالْحِمْيَتُ رَأسُ كُلِّ دَوَاءٍ: لاکھ دواؤں کی ایک دوا پرہیز ہے۔

وَعَوِّدُوْا كُلَّ جِسْمٍ مَا اعْتَادَ ۔ ہر جسم کو جس چیز کی عادت ہوتی ہے۔ اُسی کے موافق عمل کیا کرو۔ خلاف عادت سے صحت خراب ہوتی ہے۔

طبیب نصرانی نے کہا تمہاری کتاب اور تمہارے رسول نے طب میں جالینوس کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی ہے۔

وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ الْفَسَادَ

اللہ تعالیٰ فساد کی باتوں کو پسند نہیں فرماتے۔ (بیان القرآن)

فساد سے معاصی ومظالم وضرر رسانی اور وہ امور مراد ہیں جو شرعاً یا عقلاً قبیح ہوں۔ (خلاصۃ التفاسیر)

خرابی پھیلانا اور شبہ ڈالنا یہ بھی فساد ہے۔ (تفسیر کبیر)

تکملہ۔۳ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

مفسدوں کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ فساد سے مراد فخر وفتنہ ومعاصی وبخل ہے۔ (خلاصۃ التفاسیر)

بُرے اعمال کر کے فساد پھیلانے والوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت نہیں ہے بلکہ محبت ان سے ہے جو نیک اعمال کر کے مصلح بنے رہتے ہیں۔ (روح البیان)

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ

اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ یعنی ظالموں کو اُس کی جوارِ رحمت میں جگہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ التفاسیر)

خدائے تعالیٰ کے بڑے تین ۳ حق ہیں۔ ایک ۱، اس کو ایک جاننا۔ دوسرے ۲، بت پرستی نہ کرنا، یعنی اُس کا کوئی شریک نہ مقرر کیا جاوے کہ اِس میں غیر مالک کی غلامی ہے۔

تیسرے ۳، اُس کے حکم حلال و حرام کے خلاف عقیدہ نہ رکھنا۔ یہ حقوقِ اُلوہیّت ہیں۔ اس کے خلاف کرنا سخت ظلم ہے۔ (غایۃُ البرہان)

معاصی میں مبتلا ہونا یہ ظلم کی دوسری قسم ہے۔ (خازن)

کسی کی حق تلفی کرنا۔ ابتداءً کسی کے ساتھ برائی کرنا یا انتقام میں زیادتی کرنا، ظلم کی تیسری قسم ہے۔

حدیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب سب مخلوق جمع ہوگی۔ پکارنے والا پکارے گا کہ اہل فضل کہاں ہیں۔ تھوڑے

سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور جنت کی طرف جلد جلد جانے لگیں گے۔ اثناء راہ میں فرشتے اُن سے ملاقات کر کے کہیں گے بہت جلد جلد جنت کے طرف جارہے ہو۔ آپ کون لوگ ہیں۔ کہیں گے ہم اہل فضل ہیں۔ فرشتے کہیں گے تمہارا کیا عمل تھا جس کے صلہ میں تم کو اہل فضل کہا جاتا ہے وہ کہیں گے جب ہم پر ظلم کیا جاتا تو ہم صبر کرتے تھے۔ جب ہمارے ساتھ برائی کی جاتی تھی تو ہم معاف کرتے تھے، جب کوئی ہمارے ساتھ جہالت سے پیش آتا تھا تو ہم حلم و بردباری سے کام لیتے تھے۔ فرشتے کہیں گے جاؤ جنت میں۔ تمہارے اِن اعمال کا جنت میں بہترین اجر ہے۔ (روح البیان)

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ظلم کی چوتھی قسم بھی ہے وہ یہ ہے کہ تم غیر اللہ کی طلب میں اپنے عزیز عمر کو برباد کر رہے ہو۔ اس سے تم اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہو۔ سونچو، خوب سونچو۔ تمہارے پاس ہے ہی کیا۔ دل۔ اور وقت۔ دل بگاڑ چکے۔ وقت کھو چلے۔ اس سے زیادہ اور کیا ظلم ہوگا۔ (روح البیان)

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ

(لوگ سن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔ (بیان القرآن)

ف۔ **لَایُحِبُّکُمْ** (تم سے محبت نہیں کرتے) نہ کہا بلکہ **لَایُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ**۔ فرمایا تا کہ یہ معلوم ہو کہ اس **غَفُوْرٌ وَّرَحِیْمٌ** کو بالذات اپنی

مخلوق سے محبت سے مگر کفرو ناسپاسی کی وجہ سے وہ محبت نہیں رہتی۔(تفسیر حقانی)

مسلمانو ! کفرو ناسپاسی سے بچتے رہو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو تم سے جو محبت ہے وہ باقی رہے۔

وَاللّٰهُ لَایُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے (بلکہ مبغوض رکھتے ہیں) کسی کفر کرنے والے کو

جو قَوْلًا کلماتِ کفر منہ سے بکے۔اوراسی طرح پسند نہیں کرتے۔

کسی گناہ کا کام کرنے والے کو(جو فِعْلًا کبائر کا مرتکب ہو)(بیان القرآن)

اللہ کو کوئی ناشکر گناہ گار نہیں بھاتا۔بلکہ وہ نفرت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٌ

اللہ کو کوئی دغاباز ناشکرا پسند نہیں آتا۔

وہ کسی خائن کو جو اُس کی دی ہوئی قوت بے جا خرچ کرے یا اُس کے احکام میں تغلب وتصرف کرے۔اور ناشکرے کو جو اُس کی رُبوبیت کو نہ پہچانے، شجرو حجر کو قابل اُلوہیت جانے، دوست نہیں رکھتا۔یعنی ان کا معین نہیں۔(خلاصۃ التفاسیر)

اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا

خدا کو کسی دغاباز خائن گنہگار سے محبت نہیں۔آگے اُن کی خیانت کے

ثبوت میں فرماتا ہے۔ یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ کہ وہ اس امر کو لوگوں کے شرم یا ڈر کے بارے چھپاتے ہیں مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔

وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ۔ وہ خدا سے نہیں چھپا سکتے اُس پر ہر راز منکشف ہے۔ پھر اس کا ثبوت دیتا ہے۔ وَھُوَ مَعَھُمْ۔ مخلوق سے یہ خائن گناہ چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے۔ اگر اللہ سے شرم ہوتی تو ظاہر و باطن خبث و گناہ سے بچتے رہتے۔ اس لئے کہ اللہ اُن کے ساتھ ہے۔ (خلاصۃ التفاسیر)

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْخَائِنِیْنَ

اللہ تعالیٰ خیانت کار، دغاباز کو پسند نہیں فرماتا۔ (خلاصۃ التفاسیر)

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالاً فَخُوْرَا ن الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَاباً مُّھِیْنًا وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَاءَ النَّاسِ۔

بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا۔ شیخی مارنے والا۔ وہ جو خود بخل کرتے اور لوگوں کو بخل سکھاتے ہیں اور جو اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اُس کو چھپاتے ہیں اور وہ جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کو صرف کرتے ہیں۔

نفس کے اخلاق ذمیمہ رکھنے والے انسان! تو دنیا پر اور دنیا کی لذتوں پر جو اِتراتا ہے۔ اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھ کر ان پر فخر کرتا ہے اور ہر کام اللہ کے لئے نہیں بلکہ دنیا کو دکھانے کیلئے کرتا ہے۔ یاد رکھ کہ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ ایک دن ایسا ہوگا کہ دنیا تجھ کو چھوڑ دے گی یا تو دنیا کو چھوڑ دیگا۔ جو کچھ دنیا کے دکھانے کو کیا ہے وہ یہیں رہ جائے گا۔ اور تو خالی ہاتھ خدا کے سامنے جائے گا۔ کیا منہ اُس کو دکھائے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ

اِترانے والوں کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ (خلاصہ التفاسیر)

اِنَّهٗ لَایُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ کو تکبر کرنے والے پسند نہیں۔ (حقانی)

باطنی بیماریوں کے مریض انسان! اگر تو اپنے عمل کی وجہ سے، یا علم کی وجہ سے، یا مال کی وجہ سے، یا نسب کی وجہ سے، یا جمال کی وجہ سے اپنے دل میں اپنے کو آپ اچھا سمجھ رہا ہے۔ اور یہ خیال کر رہا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں تو یاد رکھ کہ تیرے دل کے چھپے بیماریوں میں سے یہ ایک مہلک بیماری ہے۔ اس مرض کا بیمار اپنے گناہوں کو یاد نہیں رکھتا ہے تو پھر اس کا تدارک کیسے کرے گا۔ خوفِ خدا اس مریض کے دل سے نکل جاتا ہے۔ خدا کے پکڑ سے بے فکر رہتا ہے۔ اپنا مرتبہ خدا کے پاس

ہونا سمجھتا ہے۔ کسی کی نصیحت نہیں سنتا ہے۔ اپنے کو سب سے بہتر جانتا ہے۔ اگر علم کے وجہ سے تو تکبر کر رہا ہے۔ اور دوسروں کو اپنے سامنے جانوروں کے جیسا سمجھ رہا ہے تو تُو بڑی غلطی کر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو علم کیا پڑھا مخلوق پر احسان کیا۔ تجھے خبر نہیں۔ علم وہ ہے کہ جس سے اپنے کو پہچانے۔ دین کا راستہ جانے۔ خدا کو پہچانے۔ آخرت کو معلوم کرے۔ وہ کونسی چیزیں ہیں جو خدا سے حجاب بنتی ہیں اس کو بھی جانے۔ جن چیزوں سے دل میں درد و محبت الٰہی اور عاجزی پیدا ہو، اس کو معلوم کرے۔ یہ ہے علم۔ اے مریض انسان، اس علم کو تو تو پڑھتا ہی نہیں۔ اور جو علم پڑھتا ہے اس سے بجز خود پسندی کے اور کیا پیدا ہوگا۔

تعجب تو اُن حضرات سے ہے۔ جو تفسیر وحدیث پڑھ کر پھر تکبر کیا کرتے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں تعجب کی کوئی بات نہیں تفسیر وحدیث کی مثال بارش کے پانی کے جیسی ہے۔ آسمان سے تو پاک وصاف ایک صفت پر پڑتا ہے۔ پھر جس نبات میں پہنچا تا ہے۔ اُسی نبات کی صفت پر بن جاتا ہے۔ اگر وہ نبات کڑوی ہو تو وہ پانی بھی کڑوا ہو جاتا ہے۔ شیریں میں شیریں۔ ایسا ہی تفسیر وحدیث باعث ہدایت ایک صفت پر ہیں مگر جس کا باطن خبیث ہو تو وہ تفسیر وحدیث اس کے باطن کی خباثت کی وجہ سے نفع نہیں پہنچاتے ہیں۔ جیسے معدہ میں جب خلط فاسد ہوتی ہے تو دوا بھی اس خلط کی صفت پر بن جاتی ہے۔

نیک اعمال اور عبادت کی وجہ سے بھی تکبر پیدا ہوتا ہے۔ ایسا شخص یہ سمجھنے لگتا ہے کہ نجات مجھ کو ہی ہوگی۔ خدا کی رحمت اپنے ہی لئے خاص کرتا ہے۔ دوسروں کو نجات سے محروم سمجھتا ہے۔ اگر اپنے مخالف کو ایذا پہنچے تو اُس کو اپنی ہی کرامت جانتا ہے۔ جب علم وعمل اور عبادت کا یہ حال ہے تو مال وحکومت سے جس قدر تکبر پیدا ہو وہ کم ہے۔

اے تکبر کے مریض یہ تیرے مرض کے اقسام ہیں۔ اس مہلک مرض کے علاج کی تجھے فکر نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنے اوّل وآخر کو اور درمیانہ حالت خوب سوچ تو خود تو کہے گا کہ ایسے ذلیل وحقیر کو تکبّر سزاوار نہیں۔ پہلے تو تُو نیست تھا نام ونشان کچھ نہ تھا خاک سے بنے جو اس سے بڑھ کر کوئی عنصر ذلیل نہیں۔ پھر نجس ناپاک منی کا قطرہ رہا کبھی خون اور کبھی گوشت کا لوتھڑا۔ یہ تو آپ کی ابتداء ہے یہ تکبر کا موقع ہے یا شرم وننگ کا؟ بے بسی کی درمیانہ حالت کو تو کچھ نہ پوچھئے بھوک، پیاس ، بیماری جاڑا، گرمی، درد ورنج، ہزاروں بلاؤں میں پھنسے ہوئے۔ کوئی وقت اطمینان نہیں۔ معلوم نہیں کب مرتے ہیں۔ کب اندھے، بہرے ہوتے ہیں، یا دیوانے یا بیمار، کوئی بات جاننا چاہتے ہیں، نہیں جان سکتے۔ بھولنا چاہتے ہیں، نہیں بھول سکتے۔ کچھ نہیں سونچنا چاہتے ہیں خود بہ خود دل میں آتا ہے۔ کوئی بات بہت سونچتے ہیں دل میں نہیں آتی۔ ایسے عاجز ہو کر پھر تکبر شرم

کی بات ہے۔ ابتداء تو سُن چکے اب آپ کا انتہا سنئے۔ مرتے ہی ایک دن نہیں گزرتا کہ بدبو شروع ہو جاتی ہے۔ سڑ گئے، گل گئے، کیڑے پڑ گئے، پھر مٹی کا ڈھیر ہو گئے۔ ابتداء وہ۔ انتہا یہ۔ پھر تکبر کیسا؟ پھر دوبارہ خاک سے اٹھاتے ہیں۔ ذلیل وخوار۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ چارپایوں کی طرح بدلہ لے کر فنا کر دیئے جاتے تو بہت بہتر تھا۔ یہ بھی تو نہیں۔ قبروں سے اُٹھائے گئے ہیں۔ قیامت قائم ہے۔ خدائے تعالیٰ برآمد ہے۔ دوزخ و جنت سامنے ہے۔ فرشتے نامۂ اعمال ایک ایک کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ جو کچھ عمر بھر میں کئے ہیں۔ سب ظاہر ہو رہا ہے۔ ہائے اس وقت کی فضیحت ورسوائی وذلّت۔ حساب ہو رہا ہے ایک ایک کو بُلا رہے ہیں۔ حکم ہو رہا ہے جواب دو۔ کیوں کہا۔ کیوں کیا۔ کیوں کھایا۔ کیوں بیٹھا۔ کیوں اٹھا۔ کیوں دیکھا۔ کیوں سونچا جواب نہیں بن پڑ رہا ہے۔ دوزخ میں ڈالے جارہے ہیں۔ اس وقت کہے گا، کاش میں سُوّر رہوتا یا کتا ہوتا تو خاک ہو کر عذاب سے چھوٹتا۔ جس کا حال سوّر اور کتّے سے بدتر ہو اس کو تکبر کا کیا موقع ہے۔ یہ تکبر کا آسان علاج ہے۔ یہ بھی اگر تجھ سے نہ ہو سکا یا نفع نہ دیا تو صد افسوس ہے تیری حالت پر۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ

خدا کو برائی کا افشا کرنا اور کسی کے عیوب ظاہر کرنا پسند نہیں۔ مگر مظلوم کو

اجازت ہے کہ وہ اُس کے ظلم وستم بیان کرے۔ کیوں کہ بغیر بیان کرے کے چارہ ہی نہیں۔ پھر نیکی اور معافی کی ترغیب دلاتا ہے کہ اگر تم نیکی ظاہر یا پوشیدہ کرو۔ اس میں اشارہ ہے کہ ظاہر کرنے کے قابل نیکی ہے نہ کسی کی برائی۔ یا کسی کو معاف کرو تو خدا تم کو معاف کرے گا۔ وہ قادر ہے اس کا نیک بدلہ دے گا۔ (حقانی)

تحلیہ

اللہ تعالیٰ کن کن لوگوں کو پسند کرتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ

بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں متقیوں کو۔ (بیان القرآن)

اس لئے اگر آپ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کا دوست بنے تو متقی بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دوست بن جائیں گے۔ اگر آپ اللہ کے ولی ہونا چاہتے ہو متقی ہو جاؤ۔

اِنَّ اَوْلِیَاوُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ اگر آپ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کی حمایت آپ کے ساتھ رہے تو ہمیشہ متقی رہو۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا

اگر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے پاس عزت دار ہونا چاہتے ہو تو سب

سے زیادہ متقی ہو جاؤ۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ

یہ ہیں آخرت کی خوش خبریاں اگر دنیا کے بھی خوش خبریاں سننا چاہتے ہو تو سنو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔

اگر بستی والے پکّے مسلمان ہو کر متقی ہو جاتے تو ہم زمین و آسمان کے برکتیں اُن پر کھول دیتے خوب بارش ہوتی چوطرف سرسبزی اور سُکال رہتا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہو کہ آپ کے آڑے وقت میں غیبی مدد آجائے اور آپ کے مشکلات میں کوئی شکل آسانی کی نکل آئے تو ہمیشہ متقی رہو۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

اگر آپ چاہتے ہو کہ روزی اس طرح ملے کہ جس کے ملنے کا شان وگمان بھی نہ ہو تو تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

منجملہ انسان کے جذبات کے ایک ہویٰ ہے اور دوسرا تقویٰ۔ جو جی میں آئے وہ کرنے کو ہویٰ کہتے ہیں۔ اور اپنی خواہش چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے خواہش اور مرضی کے موافق رہنا تقویٰ ہے۔ جیسے آدم وحوا علیہما السلام کے ملنے سے انسان بنے۔ ایسا ہی جس دل میں ابلیس اور دنیا ملتے ہیں۔ اس سے ہویٰ پیدا ہوتی ہے۔ ایسا شخص اپنی خواہش پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مرضی کے موافق عمل کرنا نہیں چاہتا ہے۔ اُس کی حالت یہ ہوجاتی ہے کہ اگر عقائد ہیں تو اپنی خواہش کے موافق۔ اعمال ہیں تو اپنی خواہش کے موافق۔ اخلاق ہیں تو اپنی خواہش کے موافق۔ ہائے کوئی حال بھی اس کا ایسا نہیں ملتا جو اللہ ورسول کی مرضی کے موافق ہو۔ ایک شخص کا دل چاہتا ہے کہ نماز تو پڑھیں مگر مسجد میں آکر جماعت سے نہیں پڑھنا چاہتا ہے کبھی وہ یہ بھی سونچا کہ مسجد میں آکر گھر میں پڑھنا میری خواہش ہے یا اللہ تعالیٰ کی۔ کسی کا دل سرے سے ہی نماز پڑھنے کو نہیں چاہتا۔ وہ یہ سونچا کہ یہ میری خواہش ہے یا اللہ تعالیٰ کی۔ باوجود معلوم ہونے کے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ وہ میری خواہش ہے۔ پھر بھی وہ اپنی ہی خواہش پر اڑا رہے گا۔ ایسا شخص کیسے متقیوں کے زمرہ میں داخل ہوگا۔

میرے دوستو! خوب سونچو دو چار دن آپ کہیں مسافرانہ حالت سے ہوں۔ اس کے بعد اور کہیں کسی کے پاس جا کر ہمیشہ رہنا ہے اور کوئی دوسری جگہ

نہیں جہاں جا کر رہ سکیں۔ اور کوئی دوسرا نہیں جس کی پناہ میں بسر کریں۔ مجبوراً اُسی سے کام پڑنے والا ہے۔ وہ اگر خوش رہا تو سب طرح کا آرام وچین ہے۔ اگر وہ ناراض رہا تو پھر ہر طرح کی تکلیف ہی تکلیف ہے۔ تو آپ اُس کی خواہش کے موافق عمل کر کے اُس کو راضی کرلو گے یا نہیں۔ کارسازی کے سوا اگر اُس سے کچھ محبت کا بھی علاقہ ہے اور وہ محبوب کہے ہم یہاں وہاں نہیں ملتے۔ ہم اپنے خاص باغ میں ملیں گے۔ مگر اُسی سے ملیں گے جو اپنی خواہش مٹا کر ہماری خواہش پر عمل کرے۔ اب ذرا اُس عاشق سے پوچھئے کیا وہ اپنی خواہش پر عمل کرے گا۔ یا اپنی خواہش کو چھوڑ کر محبوب کی خواہش پر عمل کرے گا۔

صاحبو آپ بھی یہاں مسافر ہو۔ مسافر کو تو اطمینان ہے جتنے دن چاہا سفر میں رہ سکتا ہے۔ مگر ہم مسافروں کو اتنا بھی اختیار نہیں بے بس ہیں۔ جب تک کوئی سفر میں رکھا۔ رہے۔ جب لے چلا چلے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اور دو دن رہ کر آتے ہیں۔ یہاں سے چل کر ہمیشہ آخرت میں رہنا ہے۔ اس کے سوا کوئی جگہ نہیں۔ آخرت میں خدائے تعالیٰ سے سابقہ پڑے گا۔ اُسی کے سامنے جانا ہے اگر وہ خوش رہا تو آرام وچین ہے۔ اگر ناراض رہا تو ہر طرح کی تکلیف ہے۔ اب اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ آپ خدا کی خواہش پر عمل کر کے اس کو راضی کر کے متقی ہو جاؤ۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ

حُبًّا لِلّٰهِ۔ فرما کر اپنے چاہنے والوں میں ہر مسلمان کو شامل کیا ہے۔اور فرمایا ہے اے خدا کے چاہنے والو! ہم تم سے جنت میں بے پردہ ملیں گے۔کب؟ جب کہ تم اپنی خواہش کو چھوڑ و۔اور اللہ تعالیٰ کی خواہش پر عمل کرو۔یہ سننے کے بعد تو مسلمانو ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنے خواہش پر عمل نہ کریں۔خدا کی مرضی کے موافق ہو کر متقی ہو جائیں۔ہمارا متقی ہو کر اللہ تعالیٰ کی خواہش کے موافق عمل کرنا گل و ریحان بن کر باغ و محل بن کر ہم کو راحت پہنچائے گا۔ورنہ یاد رکھیں یہ ہمارا اپنے خواہشات پر عمل کرنا یہاں تو راحت کا سبب ہے مگر آخرت میں طرح طرح کا عذاب بن کر لپٹے گا۔ہم اپنے جو جی میں آئے وہ کررہے ہیں۔یہی ہمارا خواہشات پر عمل کرنا کوئی اژدھا بن کر لپٹے گا۔کوئی سانپ بن کر اور کوئی بچھو بن کر۔خواہشات کی انتہا نہیں۔اس لئے دوزخ کے تہہ کی بھی انتہا نہیں۔

یوں بھی سمجھ میں آنے کی بات ہے کونسا نوکر اچھا۔جو اپنی خواہش چھوڑ کر مالک کی خواہش پر چلے۔اُس کے مرضی کے موافق رہے۔کونسا شاگرد اچھا، جو استاد کی خواہش پر چلے۔کونسی اولاد اچھی، جو ماں باپ کی خواہش پر چلے۔کونسی رعایا اچھی، جو بادشاہ کی خواہش پر چلے۔کونسی عورت اچھی، جو شوہر کی خواہش پر چلے۔اس طرح سینکڑوں صورتیں ہیں جن کو آپ خود مانتے ہیں۔اور تعریف کرتے ہیں۔ایسا ہی کونسا بندہ اچھا، جو اپنی خواہش چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی خواہش پر چلے۔اُس کی

مرضی کے موافق رہے۔ اس کو کیوں نہیں مانتے۔ اگر مانتے ہیں تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ کی خواہش پر چل کر متقی نہیں ہو جاتے۔

وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ

اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے جو دین کے کام میں ثابت قدم رہیں۔ (بیان القرآن)

خدا کو پیار آتا ہے ثابت قدم لوگوں پر۔

صبر عقل کا اتباع کر کے نفس کو غضب و شہوت سے روکنے کو کہتے ہیں۔ اس لئے جس میں یہ دونوں چیزیں ہوں گی صبر اس کو نصیب ہوگا۔ ملائکہ میں چونکہ غضب اور شہوت نہیں بلکہ صرف عقل ہے۔ اس لئے ان کو بھی یہ نعمت نصیب نہیں۔ اور دیگر حیوانات میں عقل نہیں۔ غضب اور شہوت ہے۔ اس لئے وہ بھی اس سعادت سے فیض یاب نہیں۔ اُن کی قوتِ جماعیہ جس سے چاہتی ہے جماع کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اور قوّتِ شہوانیہ جس چیز کے کھانے اور پینے کا چاہتی ہے حکم دیتی ہے۔ اور قوّتِ غضبیہ جس پر چاہتی ہے حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر دیتی ہے۔ سو وہ اس کے کہنے سے ویسا ہی کرتا ہے۔ عقل اُس کا ہاتھ نہیں پکڑتی کہ ارے او ظالم کیا کرتا ہے بخلاف انسان کے کہ اُس کو عقل مانع آتی ہے اور وہ اُس کے کہنے سے نفس کو روکتا ہے تو نفس پر پژمردگی اور روح پر تازگی اور نورانیت طاری ہوتی

ہے۔اور جب روح پرنورانیت آئی تو اس آئینہ میں جمالِ جہاں آرا کا جلوہ ہوا۔ خدا کا قرب نصیب ہوگیا۔اس لئے فرمایا: **اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ** ۔اور جب کہ قرب مبدءِ فیض نصیب ہوا تو اُس کے اثرِ صحبت سے تمام کام دنیا اور آخرت کے انجام پاگئے۔اسی لئے فرمایا گیا ہے **اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ** کہ صبر فتوحات کی کنجی ہے۔دیکھئے جنگ وقتال میں جب ہر طرح کی تکلیف پر آدمی صبر کرتا ہے تو اپنے دشمن پر فتح پاتا ہے اور پھر عزّت ودولت وراحت اس کو آکر سلام کرتے ہیں۔کاشتکار جب گرمی اور دھوپ وپیاس کی تکلیف اٹھا کر محنت کرتا ہے تو غلّہ کاٹتا ہے الغرض دنیا اور آخرت کے تمام کاروبار کا صبر پر مدار ہے۔

واضح ہو کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔بدنی اور نفسانی۔پھر بدنی کی بھی دو قسمیں ہیں۔فعلی جیسا کہ بڑے بھاری اور مشقت کے کاموں کو کرنا۔انفعالی درد اور تکلیف کی برداشت کرنا۔گو اس تکلیف کے آثار خود بخود مقتضی طبعی سے ظاہر ہوجائیں مگر یہ شخص اس حالت میں خلاف قانون عقل وشرع کوئی حرکت نہ کرے۔اور صبر نفسانی یہ ہے کہ نفس کو اُس کی خواہشوں سے روکے۔اگر خواہشِ شکم وآلاتِ تناسل کو روکے گا تو اس کو عفت کہیں گے۔اور اگر فضول چیزوں کی خواہش سے رُکے گا تو اس کو زہد وقناعت کہیں گے۔اگر غصہ کی حالت میں اپنے دشمن سے درگزر کرے گا اور نفس کو انتقام لینے سے روکے گا۔تو اس کو حلم کہیں

گے۔ اگر کسی کا راز افشاء کرنے سے زبان کو بند کرے گا۔ تو اُس کو راز داری کہیں گے۔ اور جو زبان کو بے ہودہ بکواس سے اور اپنے اعضاء کو بیجا حرکات سے روکے گا تو اُس کو متانت کہیں گے۔

جب بھی کسی نے ترقی حاصل کی ہے تو اس صبر ہی کی بدولت کی ہے۔ اور اسلام میں امّت مرحومہ کے لئے صبر کی ایک شاخ روزے کو بھی فرض کر دیا تا کہ نفس کو بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھانے کی عادت پڑے۔ اور جماع جیسی مرغوب چیز کو باوجود سامان مہیا ہونے کے ترک کرنے کا خُوگر ہو۔ (تفسیر حقانی)

کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا، بے صبروں سے نہیں بن آتا نہ شیطان کے فریب اور نفس کی خواہشیں دفع کر سکتا ہے۔ نہ اچھے اخلاق کا برتاؤ۔ نہ عبادت وطاعت کی برداشت، نہ تدبّر نہ تحمّل، جہاں تک غور کیا جائے، بے صبر کی کہیں کامیابی نہیں اس لئے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ آیا ہے اور قرآن پاک میں وعدہ فرمایا ہے اگر تم صابر و متقی ہوئے تو پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے۔ صبر یعنی عقل کو اپنی خواہش پر ترجیح دینا، اور دائرہ شریعت سے قدم باہر نہ نکالنا پس کسی ناگوار امر کا ایسا اثر جس سے دل میں اللہ کی شکایت یا قول و فعل سے رضائے الٰہی کی مخالفت پیدا ہو، بے صبری ہے۔ (خلاصۃ التفاسیر)

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

خدا نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ (خلاصۃ التفاسیر)

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے۔ بیان القرآن)۔

اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اچھی طرح پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (خلاصۃ التفاسیر)

نجاسات ومحارم وحدث سے طہارت اس طرح کہ طریقِ مسنون و آداب مستحبہ فوت نہ ہونا اور لقمۂ حرام سے بچنا کذب سے احتراز، آلائشِ معاصی سے دُوری۔ اخلاق ذمیمہ، خصوصاً کفر وشرک، حسد کینہ، بخل سے اجتناب۔ یہ تمام امور موجب محبوبیت ہیں۔ (خلاصۃ التفاسیر)

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ

بیشک اللہ تعالیٰ اپنے اعتماد کرنے والوں سے (جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھیں) محبت فرماتے ہیں۔ (بیان القرآن)

ف۔توکل پر جیسے عمل کرنا مشکل ہے ایسا ہی اُس کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔ اسباب پر بھروسہ کیا تو شرک ہے۔اگر اسباب کو ترک کیا تو خلاف سنّت ہے۔

دو مریدین کی توکل کے بارے میں بحث

ایک بزرگ کے سامنے یہ اہم مسئلہ پیش ہوا۔اِن کے مُریدوں میں سے دو شخص توکل کے متعلق گفتگو کررہے تھے۔اور وہ بزرگ خاموش بیٹھے ہوئے سن رہے تھے۔ایک مُرید نے کہا تدبیر چھوڑ دو۔تقدیر کے سامنے تدبیر کام نہیں آتی ہے۔جو کچھ دنیا میں ہورہا ہے۔سب کا کام کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔کوئی پیدا ہورہا ہے۔کوئی مَر رہا ہے۔کوئی زندہ ہے۔کسی کو رزق مل رہا ہے مالدار بنا ہوا ہے۔کوئی مفلس بھیک مانگ رہا ہے۔سب اللہ تعالیٰ ہی کررہا ہے۔کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں۔جب دل کی آنکھ کھلے تو تجھ کو معلوم ہوگا کہ ذرّہ ذرّہ اس کے حکم کا مسخر ہے۔اس لئے اگر خوف بھی ہو تو اُسی سے ہو۔اگر امید بھی ہو تو اُسی سے ہو۔ اعتماد ہو تو اُسی پر ہو۔بھروسہ بھی ہو تو اُسی پر ہو۔یہی تقدیر کا مطلب ہے۔

دوسرے مُرید نے کہا بات تو سچ کہا آپ نے۔مگر اسباب وتدبیر کرنا بھی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔پہلے مرید نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے طبیب روحانی ہیں۔قاعدہ ہے کہ ہٹیلے بیمار کو دوا غذا کی صورت میں دیا کرتے ہیں۔ایسا ہی حضرت نے بھی اسباب وتدبیر کے ضمن میں تقدیر پر عمل

کرائے ہیں، تُو کب تک دوا کو غذا کی صورت میں پیتا رہے گا۔ تدبیر چھوڑ، توکل کر۔ بہت سے تدبیر کرنے والوں کی تدبیر ہی اُن کے لئے جال بن گئی ہے۔ ذرا فرعون کی تدبیر کو دیکھو، لاکھوں لڑکے قتل کرڈالا۔ جس کی تلاش تھی وہ خود گھر میں ہے۔ سب تدبیر لاحاصل ہے۔ تدبیر کو چھوڑ۔ کوئی تدبیر کرنے والا ہے۔ وہ خود تیری تدبیر کرے گا۔

دیکھ بچہ جب خود تدبیر نہیں کرتا، نہ ہاتھ سے پکڑتا نہ پاؤں سے چل سکتا، تو باپ کاندھے پر بٹھائے اٹھائے پھرتا ہے۔ پھر جب بچہ اپنی تدبیر آپ کرنے لگتا ہے تو باپ بھی چھوڑ دیتا ہے کہ وہ خود چلے۔ جتنی تدبیر چھوڑو گے اللہ تعالیٰ اتنا ہی تمہارا کفیل ہوگا۔

دوسرے مُرید نے کہا بام پر بے زینہ کے نہیں چڑھ سکتے ہیں۔ ایسا ہی مقاصد تک بے اسباب وتدبیر کے نہیں جاسکتے۔ اگر کسی کا مالک کدالی دے کر زمین بتائے اور منھ سے کچھ نہ کہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمین کھودنے کا حکم دے رہا ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ ہاتھ پاؤں دیا۔ نفع اور نقصان سونچنے کی قوت دیا اُس کا مطلب یہی ہے کہ تدبیر کرو۔

پہلے مُرید نے کہا غلام کو جب کوئی خریدتا ہے تو اس کے کھانے پینے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ غلام کو سوائے خدمتِ مولا کے دوسری تدبیر کرنا حماقت ہے۔ جو درخت بوتا ہے، وہ پانی بھی دیتا ہے۔ کیڑا لگے تو مارتا ہے۔ کیا تیرا پیدا کرنے والا تجھ

کو پیدا کر کے بیکار چھوڑ دے گا۔ کوئی اور بوجھ اُٹھا رہا ہے۔ تُو کیوں اپنے پر خواہ مخواہ بوجھ لادے رہا ہے۔ ماں کے پیٹ کے اندھیرے میں بھی کچھ تدبیر کیئے تھے؟ اندھرے میں بھی کچھ تدبیر کیئے تھے؟ ہوش سنبھالے تک کیا تدبیر کیئے تھے جو تدبیر کرنے نکلے ہو یہ دونوں مرید اپنے اپنے دلائل پیش کر رہے تھے کسی طرف فیصلہ نہیں ہو رہا تھا۔

اِرشَادِ مُرشد وہ بزرگ جو مُریدوں کی گفتگو سُن رہے تھے فرمائے کہ تم دونوں سچ کہتے ہیں۔ مگر اصل مطلب تک کسی نے بھی نہیں پہنچا۔ سنو بابا ! بعض اعمال جوارح یعنی ہاتھ پاؤں کے ہیں اور بعض اعمال قلب کے، توکّل جوارح کا فعل نہیں ہے بلکہ قلب کا فعل ہے۔ کسی نے تدبیر چھوڑ دیا ہے مگر دل غافل ہے۔ خدا پر بھروسہ نہیں، تو وہ متوکّل نہیں ہیں۔ بخلاف اس کے ایک شخص تدبیر کر رہا ہے۔ مگر تدبیر پر اُس کو بھروسہ نہیں ہے۔ خدا پر بھروسہ کیا ہوا ہے اور اُس پر خوب اطمینان ہے۔ اگر کام بگڑ بھی جاتے ہیں تو اُس کے اطمینان میں خلل نہیں آتا ہے۔ ایسا شخص متوکّل ہے۔

اب سنو دل کی حالت مختلف ہوتی ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ پر ایسا بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو اور تدبیروں کو بالکل بھول جاتا ہے۔ وہ ایسا ہو جاتا ہے، جیسے غسال کے ہاتھ میں میت، قدرتِ الٰہی جو چاہتی ہے، جیسے چاہتی ہے اُس کو حرکت دیتی

ہے۔ یہ یقین کے اعلیٰ درجہ کا نتیجہ ہے۔ یہ حالت والا کچھ تدبیر کرتا ہی نہیں، نہ اس سے تدبیر ہو سکتی ہے۔ دُعا تک نہیں کرتا۔ اپنے سارے کام اللہ پر سونپ دیتا ہے۔

۲۔ بعض دل کا توکّل اللہ تعالیٰ پر ایسا ہوتا ہے جیسے چھوٹے بچہ کا توکل ماں پر۔ ماں کے سوا وہ کسی کو پہچانتا ہی نہیں، گھبراہٹ میں ماں کو ہی لپٹتا ہے۔ اگر پکارتا ہے تو ماں کو ہی پکارتا ہے۔ ماں کے سوا کسی پر اُس کو بھروسہ ہی نہیں۔ ماں کو دیکھتا ہے تو اُس کا دامن پکڑ لیتا ہے چھوڑتا ہی نہیں۔ وہ ہٹنے لگتی ہے تو وہ اسی کے پیچھے دوڑتا ہے۔ کیا بچہ کا یہ توکل خالی جاتا ہے، ان پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا ہے۔ اگر بچہ ماں کے نگاہوں سے ذرا اوجھل ہو جائے تو ماں اُس کو ڈھونڈنے نکلتی ہے۔ اگر وہ ماں کا دامن نہ پکڑے تو وہ خود بچے کو اٹھا لیتی ہے۔ دودھ نہ مانگے تو وہ خود دودھ پلاتی ہے۔ ایسا ہی اس طرح کا توکّل رکھنے والے کے نگاہوں میں اللہ کے سواء کوئی جچتا ہی نہیں۔ گھبراہٹ و مصیبت میں اللہ ہی کے طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ کے سواء کسی پر اس کو بھروسہ نہیں۔ سارے تدبیروں کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اگر تدبیر کرتا ہے تو صرف ایک تدبیر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جیسے چھوٹا بچہ ماں کو پکارتا ہے ایسا ہی یہ توکل کرنے والا اللہ ہی کو پکارتا ہے اور اُسی سے دُعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے قدرداں ہیں۔ ایسے توکّل کرنے والے کے توکل کو رائیگا نہیں ہونے دیتے۔ اُس کی تمام ضرورتوں کو خود ہی پورا کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ بعض دل کا توکّل اللہ تعالیٰ پر ایسا ہوتا ہے جیسے موکّل کا توکّل وکیل پر۔ موکّل سب تدبیریں کرتا ہے۔ مگر وہی تدبیریں جس کو وکیل نے اشارۃً یا صراحۃً بتلایا ہے اور وہ تدبیریں بھی کرتا ہے۔ جو وکیل کے عادات سے معلوم کر لئے گئے ہیں۔ مگر موکّل کا بھروسہ ان تدبیروں پر نہیں ہوتا، صرف وکیل پر رہتا ہے۔ ایسا ہی اس طرح کا توکّل کرنے والا شریعت کے موافق اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے سب تدبیروں پر عمل کرتا ہے۔ مگر تدبیروں پر بھروسہ نہیں کرتا ہے صرف اُس کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رہتا ہے۔ یہ ہیں توکّل کے اقسام۔

ان میں سے کسی قسم کا بھی توکّل کرنے والا ہو، اُس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

خدا کو انصاف کرنے والوں سے محبت ہے۔ (حقانی)

ف۔ اس آیۃ میں عدل کی مدح ہے۔ عدل سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ (روح البیان)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔

بے شک اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں صفیں باندھ

کرلڑتے ہیں۔ایسی صفیں جوسیسہ پلائی دیواریں ہیں۔(خلاصۃ التفاسیر)

ف۔ مجموعۂ دلالت نص سے غایت درجہ کی ثابت قدمی و دلاوری و حسن نظم واتباع امر امیر سے دشمن کا مقابلہ مستفاد ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تین ۳ آدمی ہیں جن کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستا ہے۔

(۱) رات سے اُٹھنے والا۔ (۲) جب نماز کی صف بندی ہو۔

(۳) جب جہاد میں صف بندی ہو۔

پس صف بندی محبوبِ حضرتِ اُلوہیت ہے۔اسی لئے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جماعت کو لازم پکڑو۔جو بکری گلّہ سے دُور ہو جاتی ہے اسے بھیڑیا کھالیتا ہے۔(خلاصۃ التفاسیر)

اس میں اتفاق کی تعلیم ہے۔واقعی اتفاق عجیب چیز ہے۔اسلام نے عبادت سے لے کر دشمنوں کے مقابلہ کے وقت تک جماعت و اتفاق کی تاکید کر کے افراد متفرقہ کو جمع کر دیا۔اس آیۃ میں صف بستہ ہو کر لڑنا انسان کا اپنے جمیع قویٰ روحانیہ کو اُبھار کر شیطانی قوتوں اور شہوات کے لشکر کو زیروزبر کرنے کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے۔اس جنگ میں بھی استقامت و استقلال شرط ہے۔ذرا دنیاوی تجمل دیکھا اور پھسل گئے۔خواہش نفسانی نے غلبہ کیا اور اپنے تجملات دکھائے ڈگمگا گئے۔ایسے لوگوں کو اس ملکِ باقی اور شہرِ قدس کی

سلطنت کب نصیب ہوتی ہے۔ (حقانی)

دردِ دل اور محبت الٰہی کے طلب میں رہنے والو! آپ نے دیکھا ہوگا کہ بنڈی کی سواری ایک ایسی سواری ہے کہ صبح سے شام تک تو چلے کتنا آئے، دس میل۔ ریل بھی ایک سواری ہے اتنی دیر میں دوسو میل نکل گئی۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ریل اور بنڈی کی چال میں اس قدر جو فرق ہے اُس کا سبب کیا ہے؟ آخر ریل میں وہ چیز کیا ہے جس نے اُس کی چال کو اس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ دونوں کی چال میں فرق ہونے کا سبب یہی ہے کہ ریل میں مشین لگی ہوئی ہے۔ اُسی نے اس کو ہَوا بنا رکھا ہے۔ اگر بنڈی میں بھی ویسی ہی مشین لگا دیں تو اُس میں بھی وہی بات پیدا ہو جائے۔ اگر کوئی نادان ایسا ہو کہ اس کو ریل عطا کی گئی ہو۔ جس میں انجن بھی ہے اور سامان آگ کا بھی موجود ہے مگر صرف آگ ڈالنے اور مشین چلانے کی دیر ہے۔ بڑی حسرت ہے اُس پر کہ جو مشین بے کار رکھے اُس سے کام نہ لے۔

ایسا ہی جانور بھی اللہ تعالیٰ کے مقرب بنا چاہتے ہیں اور انسان بھی۔

جانوروں میں وہ مشین نہیں ہے۔ اس لئے وہ وہیں کے وہیں ہیں۔ اور انسان میں وہ مشین لگی ہوی ہے جس سے سینکڑوں میل اللہ کے مقرب بننے کا راستہ طئے ہو جاتا ہے۔ اب سونچیئے کہ انسان میں وہ کونسی مشین لگی ہوئی ہے؟

دردِ دل اور محبت الٰہی کے طالبو! وہ مشین دل ہے۔ اسی سے

منٹوں میں سینکڑوں میل راستہ طے ہوتا ہے جو جانوروں میں اور دوسری مخلوقات میں نہیں۔

اچھا صاحبو! اب یہ بتاؤ کہ ریل ہے اُس کو انجن بھی موجود ہے۔ آگ کا سامان بھی ہے لیکن ڈرائیور بے وقوف ہے۔ انجن ٹھنڈا رکھ کر اُس کو ٹھیلتا ہے۔ ٹھیلنے کیلئے اوّل تو اُس کو نیچے اترنا پڑتا ہے۔ پھر بہت کچھ زور بھی لگانے کی ضرورت ہے۔ گو اس طرح ٹھیلنے سے بھی وہ چلتی ہے۔ کیوں کہ وہ آخر لوہے کی سڑک پر ہے۔ مگر کتنا چلتی ہے۔ صبح سے شام تک دو چار میل بس۔ جہاں چھوڑ دیا بس کھڑی ہوگئی اگر فوراً نہیں تو کچھ دُور اور چل کر ہی سہی۔ غرض ٹھیلنے سے دن بھر میں دو چار میل چل سکتی ہے۔ اگر ڈرائیور بہت قوی ہوا برابر ڈھکیلتا چلا گیا۔ بہت سے بہت دس میل۔ کیوں صاحبو! مشین لگی ہوئی ہے نا پھر کیوں بنڈی کے جیسی ہوگئی۔

صاحبو! آپ نے سمجھا نہیں صرف مشین ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ اس میں آگ جلاؤ۔ بھاپ پیدا کرو۔ پھر دیکھو بے مشقت کے سینکڑوں میں نکل جاتی ہے۔

ہائے افسوس، اُس بے وقوف ڈرائیور پر اُس کے پاس انجن بھی ہے۔ اُس کے کلیں بھی بہت اچھی اچھی ہیں۔ بھاپ بنانے کیلئے سب سامان بھی ہے۔

کوئلہ بھی، پانی بھی، دیا سلائی بھی ۔مگر آگ سلگائے کون، اور بھاپ بنائے کون،
یہ سُستی کی وجہ سے ہاتھ پاؤں ہلانا نہیں چاہتا تو یہاں کسر کا ہے کی ہے۔صرف
بھاپ کی اور آگ سلگانے کی مشین ہے مگر بھاپ نہیں ہے۔اس لئے چال تیز نہیں
ہے انسان میں بھی دل لگا ہوا ہے۔پھر کیوں اس کی حالت جانور کے جیسی ہے؟

صاحبو ! صرف دل ہونے سے کیا ہوتا ہے۔اُس میں بھاپ پیدا
کرو۔ بھاپ کیا ہے؟

محبتِ الٰہی

محبت الٰہی ! ہائے افسوس اس بے وقوف انسان پر، اس کے پاس دل
بھی ہے۔محبت الٰہی پیدا کرنے کا سب سامان بھی دیا گیا ہے۔مگر محبت الٰہی پیدا
کرنے کی نہ فکر ہے نہ کچھ کوشش، اس لئے انسان جانور بنا ہوا ہے۔دل ہے اُس
میں محبت الٰہی نہیں۔کسی سے سننے سے یا کہیں دیکھنے سے قربِ الٰہی کا راستہ کچھ چلتا
ہے مگر ایسا ہی انجن ٹھنڈا رکھ کر ٹھیلتا ہے۔کچھ چلے اور پھر ٹھہر گئے ۔ چار دن نماز
پڑھے، پھر غائب۔ ہر عمل کی یہی حالت ہے۔اُس میں مشقت بہت کام تھوڑا۔
محبت الٰہی ہونے کے بعد بہت کام کرتا ہے، مگر مشقت کچھ نہیں معلوم ہوتی۔

اب ایک اور بات دیکھنے کی ہے انجن سلگا ہوا ہے۔ بھاپ بن رہی ہے مگر
پہیئے توڑ کر رکھ دیے ہیں، بھاپ کا نہ ہونا اتنا مضر نہیں تھا جتنا بھاپ کا ہونا غضب

ہے۔آپ نے سنا ہوگا کہ ریل بھاپ کے زور میں چلی جارہی تھی کہ پہیے لائن سے اتر گئے تو بھاپ کی یہ برکت ہوئی کہ پہیے زمین کے اندر گھس گئے پرزے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ ڈریوراور سواریاں سب ہلاک ہوگئیں۔ ایک قیامت برپا ہوگئی تو جو ریل میں بھاپ تو پیدا کرلی اور لین سے ہٹا کر پہیے توڑ دی، وہ بہت خطرناک ہے۔ بھاپ محبت الٰہی ہے۔ پہیے اعمال ہیں۔ لائن شریعت ہے،تو جو محبت تو پیدا کرلی۔لیکن شریعت سے ہٹ گیا۔ اعمال چھوڑ دیا تو وہ اپنے کو ہلاکت باطنی میں ڈال دیا۔جس نے محبت نہیں پیدا کی،لیکن عمل شریعت پر کرتا رہا تو اس کی مثال ایسی ہے، جیسے بلا بھاپ کے ریل ٹھیل رہا ہے۔ چال سُست ، جہاں ٹھیلنا چھوڑ دیا، بس رُک گئی۔اِس لئے یہ بھی کچھ نہیں۔

صاحبو ! عمل کو، اور محبت الٰہی کو، دونوں کو جمع کرلو۔ یہ وہ ریل ہے جس میں بھاپ بھی ہے۔ پہیے بھی ہیں اور لین پر بھی ہے پھر دیکھو کیسا جلدی قرب الٰہی کی مسافت طے ہوتی ہے۔

صاحبو ! اب دل کو ٹٹولئے دیکھئے کیا اس میں محبت الٰہی ہے کیا محبت بھرا دل ایسا ہی ہوتا ہے جو ہمارے پہلو میں ہے۔ اگر نہیں ہے، اٹھو ہمت کرو، محبت الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

جہاں ہم دنیا کے ذرا ذرا سے کاموں میں مشقت اٹھاتے ہیں خدا کے

لئے بھی تو ذرا مشقت اٹھائیے۔ جب دنیا بے مشقت نہیں ملتی تو خدا بے مشقت کیسے مل جائے گا۔

محبت الٰہی پیدا کرنے ٦ جزو کا نسخہ

رُوحانی طبیبوں نے چھ جز کا نسخہ دل میں محبت الٰہی پیدا ہونے کے لئے بتلائے ہیں۔ اس پر عمل کرنا شروع کر دو۔ پھر دیکھو محبت الٰہی کس قدر پیدا ہوتی ہے۔ اور قربِ الٰہی کا راستہ کس تیزی کے ساتھ طے ہوتا ہے۔

(۱) پہلا جزء۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی پوری پوری تابعداری پابندی سے کیا کرو۔

یہ قاعدہ ہے جس کا کہا مانتے ہیں اُس سے اُس اطاعت کرنے والے کو ضرور محبت پیدا ہوتی اور ترقی کرتی رہتی ہے۔

(۲) دوسرا جزء۔ خدا کے دوستوں سے علاقہ پیدا کرو۔ اُن کے پاس دُنیا کے جھگڑے نہ لے جاؤ۔ نہ دنیا پوری ہونے کی نیت سے ملو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے کی نیت سے ملو۔ باطنی بیماریوں کا اُن سے علاج کراؤ۔ اِسی کو حضرت مولانا روم اس طرح ادا فرمائے ہیں۔

قال را بگذارد مرد حال شو

قیل وقال میں عمر نہ گزارو حال پیدا کرو۔ حال کس طرح پیدا ہوتا ہے

خود ہی فرماتے ہیں۔

پیشِ مرد کاملے پامال شو

کسی صاحب حال کامل کے قدموں پر پامال ہو جاؤ۔

نفس نتواں کشت اِلّا ظلِّ پیر

پیر کے بغیر نفس نہیں مرتا۔

دامنِ آں نفس کُش راسخت گیر

اس لئے نفس کش پیر کے دامن کو مضبوط تھامو۔ مضبوط تھامنے کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے احکام کی اتباع کرو۔ اُن کے کسی بات پر ناک، بھوؤں نہ چڑھاؤ۔ جیسے اولاد بغیر نکاح کے نہیں ہوتی۔ اسی طرح اللہ کی محبت اور اخلاق کی اصلاح کسی شیخ کامل کے پاس پامال ہوئے بغیر نہیں ہوتی۔ اِسی کو فرماتے ہیں۔

گر ہوائے ایں سفر داری دِلا

دامن رہبر بگیرو پس برآ

میرے پیارے دل اگر اس سفر کی خواہش رکھتا ہے تو کسی رہبر کا دامن مضبوط پکڑ اور پھر چل۔

برائے نام مُرید ہونے سے یہ راستہ طے نہیں ہوتا۔ حکم کی تعمیل کرنا ہوگا۔

گو کیسا ہی نفس کو گراں ہو۔

اسی لئے پہلے ایسے شخص کی تلاش کرو جو شریعت کا پابند ہو، جن کی صحبت میں اللہ یاد آئے اور دنیا سے نفرت ہونے لگے۔ اسی لئے کسی نے خوب کہا ہے۔

باعاشقاں نشیں وغم عاشقی گزیں

عاشقانِ الٰہی کے پاس بیٹھا کرو۔ اُن سے عشقِ الٰہی کا جذبہ حاصل کرو۔

باہر کہ نیست عاشق کم کن از وقریں

جو عاشقِ الٰہی نہیں ہے اُس کے پاس مت پھٹکو۔ یعنی جن کے دل میں محبت الٰہی نہیں ہے اُن کی صحبت میں نہ رہو۔ بُری صحبت کے اثر سے اگر تم میں کچھ محبتِ الٰہی ہو بھی تو وہ بھی نکل جائے گی۔

شاید یہ خیال ہو کہ پرانے دوست نہیں چھوٹ سکتے۔ افسوس ہم مرد ہو کر وہ کام نہیں کر سکتے جو چودہ پندرہ برس کی لڑکی کر دکھاتی ہے جب تک اُس کی شادی نہیں ہوتی ہے تو ماں کا گھر اُس کا گھر ہے۔ ماں باپ کے دوست اُس کے دوست ہیں۔ ماں باپ کے دشمن اُس کے دشمن ہیں۔ جب شادی ہو کر خاوند کے گھر جاتی ہے تو اُس کی حالت میں بڑا تغیر آجاتا ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ آج سے میرا گھر وہی ہے جو خاوند کا گھر ہے۔ دوست کون ہے جو خاوند کا دوست ہے دشمن کون ہے جو خاوند کا دشمن ہے۔ دیکھو چودہ پندرہ برس کی لڑکی خاوند کی ایک ذات کے سامنے

سب کو آگ لگا دی۔ خاوند کی ہی ہو رہی ۔ اُس نے پرانے تعلقات کو کس طرح چھوڑ دی۔ یہاں تک نوبت آجاتی ہے اگر پرانا دوست خاوند کا دشمن ہے تو وہ لڑکی بھی اس کو دشمن سمجھنے لگتی ہے۔

افسوس ہم مرد ہو کر کیا خدا کی ایک ذات کے لئے ایسا نہیں کر سکتے۔ کیا ہم پُرانے دوستوں کو آگ لگا کر نیکوں کی صحبت نہیں اختیار کر سکتے۔ کیا ہم چودہ پندرہ برس کی لڑکی سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ اگر آپ فرمائیں گے بہت لوگ نیک صحبت میں رہے کچھ اثر نہ ہوا۔ جیسے کے ویسے رہ گئے۔ ایک شخص مدتوں ڈاکٹر صاحب کے پاس رہا۔ نہ بیماری بتلائے اور نہ علاج کرائے تو کیا وہ جیسے کا ویسا بیمار نہیں رہے گا۔ اگر کوئی علاج تو کیا کرتا؟ اور ڈاکٹر صاحب پر نکتہ چینی کرنے کے لئے آئے تو کیا وہ بیمار اچھا ہو سکتا ہے یا وہ نیک صحبت کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی نیت سے آئے تو کیا اس کو فائدہ ہو سکتا ہے۔

(۳) **تیسرا جزء** ۔ تنہائی میں بیٹھ کر جس قدر ہو سکے ذکر کیا کرو، لیکن اس نیّت سے ذکر کرو کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔ کثرتِ ذکر سے یہ راستہ بہت جلد طے ہوتا ہے۔

(۴) **چوتھا جزء** ۔ کسی وقت تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے نعمتوں کو سونچا کرو، اور اُس کے کمال کے صفتوں کو یاد کیا کرو۔ محسن سے اور صاحب کمال

سے محبت ہونا لازمی ہے۔

(۵) پانچواں جزء۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ ظاہری اعمال اِسی واسطے نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ سے پورا تعلق نہیں اور باطن کی اصلاح بھی نہیں ہوتی ہے۔ اسی لئے کہ خدا سے پورا تعلق نہیں ہے۔

صاحبو! کیا آپ جانتے نہیں کہ تعلق کن کو کہتے ہیں۔ تعلق کے معنی دل کا لگاؤ۔ دل اللہ کے طرف متوجہ رہنا۔ دل میں اللہ کی یاد بس جانا۔ اب غور کر لیجئے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ تعلق حاصل ہے یا نہیں۔ ہر شخص غور کرے کہ رات دن میں کتنا وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے ملتا ہے۔ ذرا انصاف سے سوچئے تو خود آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سب چیز کی یاد اور دھیان سے کم زمانہ اللہ تعالیٰ کی یاد کا ہوتا ہے۔ جن جن چیزوں کا ہمارے دل میں خیال اور دھیان رہتا ہے۔ ان سب سے کم زمانہ اللہ کی یاد کے لئے ملتا ہے مال کا دھیان بھی ہم کو بہت کچھ رہتا ہے۔ جان کا دھیان بھی اکثر رہتا ہے۔ اگر کوئی کسی کا نوکر ہے تو اُس کو آقا کا دھیان بھی اکثر رہتا ہے۔ بچوں کا دھیان بھی زیادہ رہتا ہے۔ مگر ایک نہیں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دھیان۔ رات دن اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے دل میں یہ اُدھیڑ بُن رہتی ہے کہ مال یوں کمائیں گے، یوں بڑھائیں گے۔ بچوں کے لئے فلاں فلاں چیز لائیں گے۔ نوکری میں اس طرح کام کریں گے۔ آقا کو یوں

کارگزاری دکھائیں گے۔وہ خوش ہوگا۔یوں ہماری عزّت ہوگی۔بیوپار یوں کریں گے کھیت یوں کریں گے۔غرض کسی وقت دل اُس سے خالی نہیں رہتا۔

آخر یہ کیا ہمارا بے ہودہ شغل ہے۔صاحبو ! نوکری سے اور بیوپار اور کھیتی سے روپئے ملیں گے۔لیکن یہ بتلاؤ اس خیال سے کیا ملتا ہے اس ادھیڑ بُن سے کتنے روپئے ملتے ہیں، کچھ بھی نہیں۔باوجود اس کے ان خیالات سے کوئی خالی نہیں۔

اس وقت آپ کو یہ خیال آرہا ہوگا اگر ہر وقت یادِ خدا میں رہیں، دنیا کا کام کیسے ہو۔آخر کھانا، پینا، رہنا، سہنا۔یہ کام بھی تو کرنے کے ہیں۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سب کام چھوڑ کر بس یادِ خدا میں لگ جائیں۔

صاحبو! تم نے سمجھا ہی نہیں۔دنیا کے کاموں سے منع نہیں کیا جاتا ہے۔ جو کام دنیا کی زندگی کے لئے ضروری ہیں، اُن کو کوئی منع نہیں کرتا۔دُنیا کے کام میں وقت صرف ہوتا ہی ہے وہ تو ضروری ہے اُس کا مضائقہ نہیں۔مگر اس کے علاوہ اس کام کے اُدھیڑ بُن میں کیوں وقت صرف کیا جاتا ہے۔دل کو فارغ کیوں نہیں رکھا جاتا۔اس وقت خدا کی دھیان، اور خدا کی یاد میں کیوں صرف نہیں کیا جاتا۔ کام کی ضرورت ہے۔خیال کی ضرورت نہیں، کام سے نہیں منع کیا جاتا ہے۔اسی خیال میں رہنے سے منع کیا جاتا ہے۔جو کام دنیا کا آپ کو کرنا ہے کرو۔مگر اس کی اُدھیڑ بُن میں ہر وقت کیوں رہتے ہو۔بلکہ کام کرنے کا جب وقت آیا۔اُس کام کو

طریقہ کے موافق کیا، اور پھر دل کو فارغ کر لئے۔ بتاؤ اس میں کیا تنگی ہوئی۔ کونسا کام زندگی کا بند ہوا۔ یہ جو حالت ہے کہ رات دن عورت کا خیال، بچوں کا خیال، نوکری کا خیال، دوستوں کا خیال۔ کسی وقت اُن سے دل کو فرصت نہیں ہوتی۔ یہ حالت کیوں ہے۔

رات دن یہی مشق رہنے کے سبب سے نماز میں اور عبادت میں وہی خیال آتے رہتے ہیں۔ اگر ہمیشہ کی یہ عادت توڑ دی جائے تو پھر نماز میں بھی دوسرے خیالات نہیں آئیں گے۔ کیا کیا جائے۔ ہم لوگوں نے اُس کی ایسی عادت ڈال لی ہے جیسے تمباکو کھانے والوں کو تمباکو کی عادت ہوتی ہے کہ بغیر تماکو چین ہی نہیں آتا۔ منہ خالی خالی سا معلوم ہوتا ہے۔ وہی حالت ہماری ہے کہ جب تک دل میں یہ خیالات اور اُدھیڑ بُن نہ ہو بے چینی رہتی ہے اور دل خالی خالی سا معلوم ہوتا ہے۔

اگر یہ بھی ہوتا کہ دو ایک چیزوں کا خیال دل میں رہا کرتا۔ تب بھی کچھ تسلّی رہتی۔ لیکن حالت یہ ہے کہ دنیا بھر کے بکھیڑے اور خیالات موجود و غیر موجود وفرضی سب بھرے رہتے ہیں۔

ہائے ہماری بھی کیا خراب زندگی ہے۔ سارا دن ساری رات ان ہی فضولیات میں مشغول رہتے ہیں۔ جو کام کی بات ہے، اس کا گزر بھی دل میں نہیں ہوتا۔ وہ کام کی بات کیا ہے؟

اللہ کی یاد۔ اللہ کا خیال۔ ہائے یہ کسی وقت آتا ہی نہیں جو کبھی آتا بھی ہے تو پلک مارنے تک۔ پھر وہی۔ کوئی کام کرنا ہو یا نہ کرنا ہو۔ گزری ہوئی باتوں کا تصور، فرضی خیالات، آئندہ کی لمبی چوڑی بے ضرورت باتیں، دل میں بھری رہتی ہیں۔ یہ ضرور روکنے کے قابل ہیں۔ یہ ضرور دل سے بھلا دینے کی چیز ہے۔ اس کے ہم لوگ عادی ہو گئے ہیں۔ ہم کو اُن سے ایسی اُنسیت ہو گئی ہے کہ بلا اس کے چین ہی نہیں آتا۔ کسی وقت خالی بیٹھے ہوں تو وحشت ہوتی ہے، فوراً دل کو انھیں خیالات میں مشغول کر لیتے ہیں، حیرت کی بات ہے وہ چیز جو یاد رکھنے کی تھی جس سے کسی وقت دل کو خالی نہیں رہنا چاہیے۔ وہ کیا؟ یادِ الٰہی۔ اس کو تو ہم لوگ یوں بھول گئے ہیں۔ اس کیلئے وقت ہی نہیں ملتا۔ بلکہ ذہنوں سے اُس کی ضرورت ہی جاتی رہی۔ اور وہ چیز جو بُھلا دینے اور مٹا دینے کی تھی اور صرف ضرورت کیلئے اُس کی اجازت ہوسکتی تھی، اس کو ہم لوگوں نے ایسا یاد کیا ہے کہ بلا اُس کے چین ہی نہیں آتا۔

صاحبو ! ذرا غور سے کام لیجئے، بے شک دنیا کے کاموں کیلئے خیال ضروری چیز ہے۔ مگر ہر وقت اسی میں مشغول رہنا کب جائز ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہوئی جیسے پاخانہ میں جانا۔ اُس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ بھی ضروری چیز ہے۔ لیکن کوئی یوں کرے کہ ایک دفعہ کی جگہ دو دفعہ پاخانہ میں جائے۔ ایک دفعہ

وہاں کا مزہ لینے کیلئے کہ پاخانہ میں یہ دیکھے کہ کوئی گوہ کا یہ رنگ ہے اور کوئی یہ رنگ کا ہے قدمچے ایسے ہیں۔ موری ایسی ہے۔ کیڑے اس میں ایسے چل رہے ہیں۔ فرمائیے یہ کیسا ہے؟ آپ ایسے شخص کو دوبارہ پاخانہ میں جانے سے منع کریں گے یا نہیں۔ اگر آپ ایسے شخص کو روکے تو کیا وہ اس کا جواب یہ دے سکتا ہے کہ میاں تم پاخانہ میں جانے سے منع کرتے ہو، پاخانہ میں جانا تو ضروری چیز ہے تو آپ یہی کہیں گے، ارے کمبخت، پاخانہ میں جانا تو ضروری چیز ہے۔ مگر اُس کو ہر وقت سونگتے رہنا کیا ضروری ہے۔ پاخانہ میں جانا جس ضرورت کے لئے ہے وہ تو ایک دفعہ میں پوری ہو چکی، اب دوبارہ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ رفع ضرورت مقصود نہیں ہے۔ کچھ پاخانہ سے طبیعت ہی مانوس ہوگئی ہے اور وہ اچھا لگتا ہے۔

صاحبو! ایسی ہی ہماری حماقت ہے جو کام کرنا ہے اُس کے پہلے خیال کی ضرورت ہے، اور بے ضرورت وہی اُدھیڑ بُن میں رہنا یہ ایسا ہے کہ وہ دوبارہ پاخانہ میں جا کر مزہ لینا۔ ہماری حِس بگڑی ہوئی ہے اگر حس اچھی ہوتی تو ان خیالات سے ایسی ہی نفرت ہوتی جیسے لطیف مزاج والوں کو پاخانہ کا خیال آجائے تو قئے آنے لگتی ہے۔ خصوصاً گناہوں کے خیالات وہ تو بالکل گندی چیز ہیں، وہ تو سچ مُچ پاخانہ کے برابر ہیں۔ بلکہ اُس سے بھی زیادہ گھِن کی چیز ہیں۔ یہ تو مضر اور زہر ہیں۔ گناہوں کے خیال نہیں۔ جائز کاموں کے خیال جو غیر ضروری ہیں، اس کو

روکنے عرض کررہا ہوں۔ دیکھئے کسی کو طلب معاش کے لئے کچہری جانا ہوتا ہے، یہ ضروری کام ہے۔ پھر وہاں کچہری کے کاموں میں اور اُن کے خیالات میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ بھی ضروری چیز ہے۔ان دونوں سے منع نہیں کیا جاتا۔لیکن کچہری میں تو چھ ہی گھنٹہ رہنا ہوتا ہے۔ ان چھ گھنٹوں میں مصروفیت سہی، باقی اٹھارہ گھنٹہ کیوں خراب کئے۔ اِن میں دل کو فارغ کیوں نہیں رکھتے۔ان گھنٹوں میں دل کو خیالات سے کیوں بھرا ہوا رکھتے ہیں۔کیا وجہ ہے۔بتلائیے یہ فضول ہے یا نہیں؟ اسی پر اعتراض ہے کہ اِس بچے ہوئے وقت میں دل کے اندر خیالات کیوں بھرتے رہتے ہیں۔ یہ خیالات کوئی مباح کاموں کے بھی نہیں، بلکہ ناجائز اور حرام چیزوں کے۔کہیں اجنبی عورت کو سوچ رہے ہیں۔کہیں حرام خوری کی تجویزیں کررہے ہیں۔کہیں رشوت کے ذریعہ سوچ رہے ہیں کہیں سود کے پیچوں میں لاکر سینکڑوں گھر برباد کرنے کی فکر ہورہی ہے۔ یہ اٹھارہ گھنٹہ ان ہی مشغلوں میں گزرجاتے ہیں۔ چھ گھنٹہ جو کچہری میں رہنے کے ہیں، اس کے نسبت تو کہا جاتا ہے کہ ضروری ہے۔ خیر یہ ضروری سہی ۔مگر اٹھارہ گھنٹہ جو اِن فضول مشغلوں میں گزاردیئے جس سے چوبیس گھنٹہ پورے ہوگئے۔ یہ کون سے ضروری کام میں صرف ہوئے۔ کسی میں بھی نہیں ۔پھر خدا کی یاد کے واسطے کونسا وقت رہا۔کوئی سا بھی نہیں۔کچھ وقت ضروری مشغلوں میں گیا، کچھ غیر ضروری، بلکہ مضر اور

معصیت میں۔ میزان پوری ہوگئی۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے ختم ہوگئے۔ پھر ایک دن ختم ہوا۔ دوسرا ختم ہوا۔ تیسرا ختم ہوا۔ اسی طرح سلسلہ جاری رہا۔ اور ساری عمر ختم ہوگئی۔ شاید اللہ کے یاد کا وقت مرنے کے بعد آئے گا تو صاحبو سمجھ لیجیے۔ مَرنے کے بعد خدا کے ذکر کا وقت نہیں آئے گا۔

مگر اُس وقت تو حسرت وافسوس کرنے کا وقت آئے گا مگر اُس وقت کی حسرت وافسوس سے کچھ فائدہ نہیں۔ اگر یہ بھی ہوتا کہ خیر وقت ضائع کیا گیا، کچھ اُس کا وبال آئندہ کیلئے نہ رہتا تو اتنا بُرا نہیں تھا مگر یہاں تو گناہوں کے خیالات میں وقت صرف ہوا ہے جس کا وبال آئندہ کے لئے باقی ہے۔ جس سے پیچھا چھوٹنا مشکل ہے اللہ کے ذکر سے محرومی رہنے کے سوا گناہوں کے خیالات کا عذاب و وبال سر رہا۔ یہ نہایت افسوس کی حالت ہے۔

یہ ان لوگوں کی حالت ہے، جو اپنے کو شریعت کے پابند سمجھتے ہیں۔ مگر ان کی نظر صرف ظاہر ہی تک پہونچتی ہے۔ صرف لفظی جھگڑوں میں اوقات خراب کررہے ہیں۔ باطن کی اصلاح کا کچھ خیال ہی نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ باطن کو بھی دیکھتا ہے، اس واسطے جو حالت محبت والے کی ہوتی ہے وہ ان میں نہیں پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اللہ سے علاقہ پیدا نہیں کیا۔ ہائے پھر کیسے محبت والا اور اللہ والا کہا جائے۔ جیسے زبان سے ذکر ضروری چیز ہے ایسا ہی دل سے

بھی ذکر ضروری ہے۔

یعنی ہر وقت دل کو اللہ تعالیٰ کے طرف متوجہ رکھنا چاہیے۔ ضرورت کے وقت دوسرے طرف خیال کرلیا کیجیے۔ لیکن بلا ضرورت غیر کا خیال نہ لاؤ۔ یہ مشغلہ تو نہ رکھو کہ ہر وقت دل غیر اللہ کے خیال میں لگا رہے۔ اس سے دل کو خالی رکھنا چاہیئے۔ ضرورت کے وقت اگر خیال دوسرے طرف ہٹ جائے تو مضائقہ نہیں، ضرورت پوری ہوتے ہی فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر کے طرف آجائیں۔ اگر یہ عادت ہو جائے گی کہ غیر ضرورت کے وقت میں، یعنی دُنیا کے کاموں سے فراغت کے وقت میں خدائے تعالیٰ کو یاد رکھو گے تو اس کا اثر انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہوگا کہ اس ضرورت کے وقت میں بھی یعنی دنیا کے کاموں میں مصروفیت کے وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی یاد رہے گی۔ اور یہ بات پیدا ہو جائے گی کہ ہر وقت اللہ ہی کی یاد دل میں بسی رہے گی۔ غیر اگر دل میں آئے گا بھی تو اُچٹتا اُچٹتا۔ جب ایک مکان میں کرایہ دار کو بسا دیا تو غیر آدمی اس مکان میں آتا ہے تو بطور مہمان کے آتا ہے۔ مگر اب اس کا اُلٹا ہو رہا ہے کہ مکان پر تو غیر کا قبضہ ہو گیا ہے۔ کرایہ دار اگر آنا چاہتا ہے تو اندر نہیں آسکتا۔ بطور دیکھنے والوں اور تماشائیوں کے آتا ہے کہ ایک نظر ڈالی اور لوٹ گیا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ غیر کے قبضہ سے مکان کو نکالو۔ اور اُس میں اللہ کو بسالو تاکہ دوسرا آوے تو ادب سے مہمان بن کر آوے۔ اس سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ غیر سے تعلق منع نہیں ہے۔ مگر اتنا ہی جتنا مہمان سے ہوتا ہے۔ یا جتنا تعلق ایک اجنبی سے ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے نوکر بھی گھر میں آتے ہیں، مگر ادب سے آتے

ہیں، مکان پر قبضہ کرنے نہیں۔ اور نہ ہم پر حکومت کرنے آتے ہیں۔ خدا کے سوا اور خیالات بھی دل میں لاؤ۔ مگر اجنبی اور عارضی طور پر۔ اصل رہنے والا دل کے مکان کا اللہ کو بنالو۔ اب دیکھئے نہ دنیا چھڑاتے ہیں نہ کسی کام کو بند کرتے ہیں۔ سب کام کرو، مگر اپنا اصلی کام خدا کی یاد کو سمجھو۔ دوسرا کام کیا۔ پھر اپنے اصلی کام میں لگ گئے۔

خوب یاد رکھو! ایک وقت آتا ہے کہ اس وقت حسرت سے سر پکڑ کر رونا پڑے گا کہ ہائے، میں ایک بیٹھک کو بھی خدا کے یاد سے خالی کیوں چھوڑا۔

صاحبو ! اگر ذکر کے لئے دنیا آپ سے چھڑاتے تو آپ کو عذر تھا۔ اب کیا عذر ہے۔ نوکری کرو۔ بیوپار کرو۔ کھیت کرو۔ کام کیلئے خیال کرو۔ بے کار ادھیڑ بُن کو چھوڑ کر اس کی جگہ خدا کو یاد کرو۔ اللہ کی یاد کو غالب رکھو۔ غیر کی یاد کو مغلوب۔ یاد سب کی رکھو، خدا کی یاد کو غالب کرلو۔

آپ کہیں گے ایسا ہو نہیں سکتا۔ سب ہو سکتا ہے آپ عادت ڈال کر تو دیکھو کچھ مشکل نہیں ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ ہر وقت کے فضول دھندے اِدھر اُدھر کے خیالات اُدھیڑ بُن کو چھوڑو۔ ضرورت کے وقت، کام میں، کام کی ضرورت سے اُس کے خیال میں لگ جایا کرو۔ پھر جب وہ کام ہو جائے تو اُس دھندے کو دل سے الگ کر کے یادِ الٰہی میں لگ جاؤ۔ اس سے خدا کا تعلق مضبوط ہوگا۔ خدا کی محبت

پیدا ہوگی۔ پھر جب عبادت کروگے تو ایسی عبادت خلوص اور محبت سے کروگے۔ جیسے خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ یا خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ یہی احسان ہے۔ اس مذکورہ تدبیر سے احسان حاصل ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(٦) چھٹا جزء۔ اِلٰہی مقصودِ من توئی رضائے تو، ومحبت ومعرفت خود بدہ۔ اے اللہ آپ ہی میرے مقصود ہیں، اپنی رضامندی اور محبت ومعرفت عطا فرمایئے۔ یا اس قسم کی اور کوئی دُعا اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے کیلئے اکثر کیا کرو۔

آج سہ شنبہ ربیع الاول کی بیس (٢٠) تاریخ اور ١٣٦٩ھ تیرہ سو اُنہتر ہجری ہے۔ میں نے اس رسالہ کو ختم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور عام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

ابوالحسنات سید عبداللہ حیدرآبادی

ابن حضرت مولانا مولوی سید مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہما

جامیا واقف دم باش عزیزان رفتند — فکر عقبیٰ بکن آخر کہ تم ہم مہمانی
کم خورد کم حسپ وکم گو ہم بجہلا کم نشین — دائما در ذکر باشو خویش رابیں بدتریں

قطعہ تاریخ "کِتابُ المُحَبَّۃِ"

من تصنیف مرشدی مولائی ابوالحسنات السید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ زاداللہ مراتبہٗ

میں ہوں غلام، ہیں آقا مرے ابوالحسنات ❁ ہیں میرے راہنما میرے شیخ میرے پیر

لکھی "کتاب محبت" جو آپ نے نایاب ❁ مری نظر میں ہے ہر نقطہ اس کا مہرِ منیر

معائنے سے نظر سالکوں کی روشن ہو ❁ مطالعے سے ہوں طالبوں کے پُرتنویر

خلوصِ قلب کے ہمراہ گر ہو عزمِ عمل ❁ تو ہے یہ سارے مریدوں کے واسطے اکسیر

نہ کیوں ہو پھر ہمیں مقصودِ زندگی حاصل ❁ ہے یہ طریقۂ درسِ حیات کی تصویر

ملا مجھے سنہِ تصنیف خو ب صدیقی ❁ زہے نصیب وزہے قسمت وزہے تقدیر

یہ وہ صحیفۂ نایاب ہے بہ آسانی ❁ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کی ہے تفسیر

۱۳۶۹ھ

ازفقیر صدیقی قادری المجد دی کان اللہ لہٗ

وَعظ

اس کو حضرت مولانا و مرشد عارف باللہ الحاج حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی وقادری نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ اس وعظ کا مضمون چونکہ کِتَابُ الْمُحَبَّتِ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ اس لئے اس کو عام مسلمانوں کے استفادہ کیلئے کِتَابُ الْمُحَبَّتِ کے آخر میں درج کیا جاتا ہے۔ ناظرین اس کے مطالعہ سے خود معلوم کرلیں گے کہ یہ کِتَابُ الْمُحَبَّتِ کا ضروری تکملہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ

وَنشُهَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَمَولَانَا مُحَمَّداًعَبدُہٗ وَ رَسُولُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّمُ.

اَمَّا بَعدُ ! فَاَعُوذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ o بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ o وَقُل جَآءَ الحَقُّ وَزَھَقَ البَاطِلُ o اِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَھُوقًا o وَنُنَزِّلُ مِنَ القُرآنِ مَاھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحمَۃٌ لِلمُؤمِنِینَ وَلَایَزِیدُ الظّٰلِمِینَ اِلَّاخَسَاراً o وَاِذَااَنعَمنَا عَلَی الاِنسَانِ اَعرَضَ وَنَابِجَانِبِہٖ وَاِذَامَسَّہُ الشَّرُّكَانَ یَؤُسًا o قُل كُلٌّ یَّعمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِہٖ ط فَرَبُّكُم اَعلَمُ بِمَن ھُوَاَھدٰی سَبِیلًاo

اے میرے دوستو! ان آیات میں اس ٹکڑے کے متعلق کچھ ارشاد ہو رہا ہے، جو آپ کے جسم میں ہے۔ جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام اعضا درست ہو جاتے ہیں۔ جب وہ بگڑتا ہے تو تمام اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔ معلوم ہے وہ کیا چیز ہے؟ میرے دوستو وہ دل ہے خدا کی مخلوقات میں کوئی اور چیز دل سے بڑھ کر شریف نہیں ہے۔ یہ ربّانی صندوقچہ ہے اس میں رحمانی موتی رہتے ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ ہر روز دل کی طرف تین سو ساٹھ مرتبہ نظر کرتا ہے۔ کچھوا نہ تو اپنے انڈے خود سیتا ہے نہ ان پر بیٹھتا ہے بلکہ دُور سے اس کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔

اُس کی نظر کی تاثیر ہی سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک بے قدر کچھوے کی نظر میں یہ تو اثر ہے، خدا تعالیٰ کی نظر میں کیسا کچھ اثر ہوگا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تین سو ساٹھ مرتبہ دل پر خدا کی نظر پڑے اور وہ پھر کالا کا کالا رہے۔

سنو میرے دوستو! آپ نے غور نہیں کیا۔ انڈا کچھوے کی مخالفت نہیں کرتا۔ اس لئے کچھوے کی نظر کا اثر اس پر ہو جاتا ہے۔ ہائے یہ کمبخت دل، رات دن خدا کی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ اس لئے اس پر کچھ اثر ہونے نہیں پاتا۔ اولیاء اللہ کے دل خدا کی مخالفت نہیں کرتے۔ اس لئے ان پر خدا کی نظر کا وہ اثر ہوتا ہے جو ہر شخص کو معلوم ہے۔ یہی دل ہے کہ جب خدا کی طرف ہوتا ہے اور خدا کے سواسب سے پر لات مار دیتا ہے تو زاہد کہلاتا ہے۔ محبت کی آگ سے بھڑک اٹھتا ہے تو عاشق کہلاتا ہے۔ کبھی پلٹی کھاتا ہے تو عرش کے اوپر ہو آتا ہے اور کبھی گرتا ہے تو تحت الثریٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ غصہ سے عتاب الٰہی بھی اِسی دل پر ہوتا ہے۔ پیارو محبت کا خطاب بھی اسی پر ہوتا ہے۔ سعید بھی یہی ہے شقی بھی یہی۔ کبھی تو ہوا پر اُڑ کر اراحوں کا شکار کرتا ہے اور کبھی ذلیل مکھی بن کر دنیا کی مٹھاس پر چپک جاتا ہے۔

قلب کے معنی اُلٹ پلٹ ہونے کے ہیں۔ دل جیسی عجیب وغریب مخلوق میں اگر کچھ عیب ہے تو بس یہ ہے کہ اس میں اُلٹ پلٹ ہونے کی صفت ہے۔ یہہ دل رُوح اور نفس کے بیچ میں ہے۔ کبھی روح کی طرف ہوتا ہے اور کبھی نفس کی

طرف۔ رُوح کی طرف ہوتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے۔ نفس کی طرف ہوتا ہے تو شیطان سے بدتر ہو جاتا ہے۔

صاحبو ! اپنی حالت پر کبھی آپ نے غور کیا۔ سنو، اگر کسی کے پاس ایک لعل ہے سات بادشاہت جس کی قیمت ہے۔ ایک بہت بڑے شہنشاہ کی اس پر نظر ہے۔ خدا جانے اُس کے بدلے کیا کیا ملتا۔ مگر یہ کم نصیب لعل والا بے قدری سے اس کی آب وتاب کھودے اور اس کو دو کوڑی کا بنادے تو آپ اس کو کیا کہیں گے؟ اس کم بخت کی حالت پر آپ کو بیحد تعجب ہوگا۔ اس سے ہزار درجہ زیادہ تعجب ہماری حالت پر کیجیے۔ میرے دوستو۔ تمہارے سینہ کے صندوق میں بھی تو ایک انمول لعل ہے۔ سات جنتیں اُس کی قیمت ہے۔ دن میں اللہ تعالیٰ تین سو ساٹھ مرتبہ دل پر نظر ڈالتا ہے۔ ہائے ہماری کم نصیبی، ہم نے اُس کی آب وتاب کھوکر اس کو دو کوڑی کا بنادیا ہے۔ اور طرفہ سنئے جب آپ کو یہ معلوم ہو کہ وہ لعل اُس لعل والے کا نہیں۔ کہیں سے مانگا ہوا ہے مستعار ہے۔ واپس دینا ہے اور اس نے اس لعل کی یہ گت بنا رکھی ہے۔ وہ لعل کے مالک کو کیا منہ دکھائے گا۔ واپس دیتے وقت کیا کرے گا، تو شاید آپ کے تعجب کی کچھ حد نہیں رہے گی۔

ایسا ہی صاحبو! یہ دل ہمارا نہیں ہے۔ یہ تو مانگا ہوا مستعار ہے، خدا کا ہے۔ خدا کو واپس دینا ہے۔ ہم تو اس دل کی یہ گت بنا رکھے ہیں۔ دل کے

مالک کو کیا منہ دکھائیں گے۔ واپس دیتے وقت کیا کریں گے۔

اسی واسطے ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے میں تجھ کو دنیا میں پاک لایا ہوں۔ تیرے سینہ میں دل امانت رکھا ہوں۔ دیکھیں تُو اس کی کیسی حفاظت کرتا ہے اور دیکھیں کیسا دل لے کر ہم سے ملتا ہے۔ پھر جب سکرات میں روح نکلنے کا وقت آتا ہے تو فرماتا ہے میرے بندہ میری امانت کیسی لایا ہے۔ جیسی دیا تھا ویسی لایا ہے تو تیرے لئے چھٹکارا ہے اگر ہماری امانت میں خیانت کیا ہے اور دل کو بگاڑ لایا ہے تو تیرے لئے طرح طرح کی مصیبتیں ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ یہ امانت رکھا ہوا دل ایک روشن آفتاب ہے۔ اس جسم فانی میں غروب ہو گیا ہے۔ جب یہ جسم فنا ہو گا اُس وقت یہ آفتاب جیسا دل، طلوع کرے گا۔ جس طرح روشن ڈوبا تھا، اُسی طرح روشن نکلے گا یا گہن لگا ہوا سیاہ نکلے گا۔ ہائے حسرت اُس وقت کی جب یہ کالا نکلے تو کچھ نہ پوچھئے۔

غرض ہر دل پاک پیدا ہوتا ہے۔ خدا کا مقبول رہتا ہے۔ آخرت کی نعمتوں کے لایق ہوتا ہے۔ دیدارِ الٰہی کا مستحق رہتا ہے اور مثل صیقل کئے ہوئے آئینہ کے ہوتا ہے۔ پھر جیسے آئینہ پر پھوک ماریں تو دہ دھندلا ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی گناہوں کی تاریکی دل پر چڑھ کر اس کو دھندلا کر دیتی ہے۔ مگر یہ قاعدہ ہے کہ گنہگار شروع شروع میں جب گناہ کرتا ہے تو ساتھ ساتھ اس سے نفرت بھی کرتا اور پچھتاتا بھی

ہے۔ گناہوں کی وجہ سے گو دل دُھندلا تو رہتا ہے مگر بالکل سیاہ نہیں ہونے پاتا۔ مگر بار بار گناہ کرنے سے گناہوں کا مشق ہو کر اُن سے محبت ہو جاتی ہے تو جیسے آئینہ زنگ آلود ہو جاتا ہے، ایسا ہی اب گناہوں کی سیاہی تہہ بہ تہہ دل پر جمتی جاتی ہے تو دل پر بھی زنگ چڑھ کر حق اور باطل کا تمیز اُٹھ جاتا ہے۔ اب بھی خبر نہ لے تو یہ زنگ اور اندر اترتا جاتا ہے۔ سارے دل کو گھیر لیتا ہے۔ جس سے گناہوں کی جرأت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت دل کی حالت کیا کہوں کہ کیسی ہوتی ہے۔ پہلے دل مثل کھلے ہاتھ کے تھا۔ جیسے ہاتھ کی ایک ایک انگلی بند ہونے پر کھلا ہاتھ مٹھی ہو جاتا ہے ایسا ہی دل بھی جو کھلے ہاتھ کی طرح تھا گناہوں کی وجہ سے بند مٹھی کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور عرش کے پایوں کو جو مہریں لگی ہیں اس وقت وہ مہریں اس کے دل پر کردی جاتی ہیں۔ اسی کو **خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ** (اللہ نے ان کے دلوں پر مہریں لگادی ہیں۔) میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ تو اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ عقلِ معاش تو رہتی ہے مگر عقلِ معاد چھین لی جاتی ہے۔ پھر ہزار کوئی کہے سمجھ میں نہیں آتا۔ نیکیوں کی توفیق ہوتی ہی نہیں بلکہ گناہوں کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ ایسے قلب کے پلٹی کھانے کی بہت کم امید ہوتی ہے۔

میرے دوستو ! سن لئے دل کی حالت۔ خدا کے پیارے رسول نے ہر ایک کے دل کو اُس کے سامنے کر کے دکھا دیا ہے۔ اب تُو خود دیکھ لے کہ تیرا دل

کیا ہے اس لئے فرمایا۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ۔ دل کی نورانیت کا زمانہ آگیا۔ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ اور اس کی تاریکی کا زمانہ جاتا رہا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ دل کی تاریکی مٹنے ہی والی تھی (جو قرآن کے نازل ہونے اور اس پر عمل کرنے سے مٹ جاتی ہے) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ہم قرآن نازل کررہے ہیں۔ اس میں دل کے بیماریوں کے لئے شفا ہے اور رحمت ہے۔ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۔ جیسے کوئی مریض طبیب کا کہانہ مانے اس کو بجز نقصان اٹھانے کے اور کیا ہوگا (ایسا ہی جو قرآن پر عمل نہ کیا اس کو سوائے خسارے کے اور کیا ملے گا) جو خدا کے نسخوں پر عمل نہ کرے اُس کے دل کی ہائے یہ کالک کیسی جائے گی۔ سنو دوستو! یہ سیاہی بغیر آگ کے نہیں دُھلتی۔ سیاہی دور ہونے کے لئے کسی نہ کسی آگ میں جلنا ضروری ہے۔

سنو دوستو! آگ دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک جہنّم کی، دوسرے ندامت کی۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ جس آگ سے چاہیں گناہوں کی سیاہی کو دُور کرلیں اگر چاہتے ہو تو دوزخ کی آگ میں جل بھُن کر گناہوں کی سیاہی کو دُور کرو، اور اگر دوزخ کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو دنیا ہی میں ندامت کی آگ

میں جل کر گناہوں کی سیاہی دور کرنے کی کوشش کرو۔ وہ اس طرح کی سچی ندامت ہو، پچتاوا ہو۔ دل دکھے کہ ہائے یہ کیا ہوا۔ اب میں کیا کروں۔ میرے مالک کو کیا منہ دکھاؤں، تو یہ ہے ندامت کی آگ جس سے گناہ دھوئے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کروگے تو کل خدائے تعالیٰ کے سامنے سیاہ دل لئے ہوئے کھڑے ہوگئے۔ تو خدائے تعالیٰ فرمائے گا جیسے تم ہم کو دنیا میں بھول کر گناہوں میں پھنسے ہوئے تھے، ایسے ہی آج ہم بھی تم کو بھول جاتے ہیں۔ تم پر رحمت نہیں کریں گے۔

صاحبو ! اللہ تعالیٰ جو عتاب چاہے کرنا تھا مگر ہائے یہ نہ کہنا تھا کہ ہم بھی تم کو بھول جاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو بھول جائیں تو پھر ہمارا ٹھکانا کہاں رہے گا۔ اے گناہوں پر ہٹ کرنے والے، کب تک تیری یہ ہٹ رہے گی۔ دوزخ کی آگ کا انتظار مت کر، ندامت کی آگ میں دل کو جلا کر جلد پاک کرلے۔ صرف زبان سے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اپنے غلیظ کپڑے کو پاک کرنا چاہے تو صرف زبان سے دُھودیا کہنے سے وہ پاک نہیں ہوجاتا۔ اٹھو پانی لو، صابون لو، دھوؤ۔ اب پاک ہوگا۔ ایسا ہی سچی ندامت کے ساتھ آنسوؤں کے پانی سے اپنے دل کی سیاہی کو دھوؤ۔ جیسے اب تک گناہ ہوتے تھے۔ اس کے بدلے اب نیکیاں کرتے چلو۔ یہ ہے طریقہ دل کی سیاہی کے دھونے کا۔ منہ سے پھونک مارنے کی وجہ آئینہ پر جو زنگ جم جاتا ہے وہ تو صرف پھونک بند کرنے سے صاف

نہیں ہوتا۔ایسا ہی گناہوں سے جو سیاہی دل پر چڑھ رہی تھی وہ صرف گناہ ترک کرنے سے دور نہیں ہوگی۔آئندہ گناہ مت کرو اور جو گناہ کر کے دل کو زنگ آلود کر لئے ہیں اُس کو ندامت سے صاف کرلو۔اور نیکیاں کرتے رہو تو یہ ہے توبہ۔کیونکہ نورِ نبوت سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے گناہوں سے زنگ چڑھ جاتا ہے، ایسا ہی نیکیوں سے نور دل پر چھاتا ہے۔اگر شیاطین الجن یا شیاطین الانس کے دھوکے سے پھر گناہ ہو جائے تو اس پر اڑ و مت، فوراً باز آ کر توبہ کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ اختیار کرلو۔

میں تمہیں ایک اور دھوکا شیطان کا بتلاتا ہوں۔بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو گناہوں میں مبتلا ہیں کیا نماز پڑھیں، کیا نیکی کریں۔ایک صاحب کہتے تھے کہ کروڑ گیری کی نوکری ہے آپ کو معلوم ہے جیسی کچھ ہوتی ہے۔ پھر کیا نماز پڑھیں۔ دیکھا آپ نے شیطان نے ان کو کس عمدگی سے دُھوکا دیا ہے۔یہ عمر بھر تک سنبھلتے نہیں۔اگر کسی کے کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ کیا تمام کپڑا نجاست میں ڈبو دے، یا نجس حصہ کے دھونے کی فکر میں رہے۔ایسا ہی جب کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو خدا سے گڑگڑا کر دُعا کرتا رہے کہ خدا مجھے اس گناہ سے چھڑا دے اور اس کو اپنے دل میں بُرا سمجھتا رہے۔ باقی نماز اور نیکیاں تو برابر کرتا رہے۔تا کہ دل صرف دھندلا ہی رہے، اِس پر مُہر تو نہ ہو جائے۔

اے انسان ! شیطان نے تجھے ایک اور دھوکے میں رکھا ہے، سمجھاتا رہتا ہے کہ دنیا کے کاموں سے ذرا فرصت ہو جائے تو اور پھر کام ہی کیا ہے سوائے خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے کے۔ دل کو خوب سدھارلیں گے۔ مگر ہائے ہم یہ نہیں سمجھتے کہ دنیا کے کام سے کبھی فراغت ہوتی ہی نہیں۔ ایک کام ختم ہونے کے پہلے دس (۱۰) کام نئے پیدا ہو جاتے ہیں۔

نیم عمراز آرزوے دل ستاں نیم عمراز غصّہ ہائے دشمناں

ترجمہ: آدھی عمر تو آرزوؤں کے پورا کرنے میں کٹ جاتی ہے اور باقی آدھی دشمنوں سے بدلہ لینے میں۔

جامہ رابرو آں کلہ راایں بہ بُرد غرقِ بازی گشت ماچوں طفلِ خرد

ہماری مثال اُس بچہ کے سی ہے جو کرتا اور ٹوپی اتار کر ایک طرف رکھا اور کھیل میں محو ہو گیا۔ چور کو موقع ملا۔ کسی نے کرتا لے لیا اور کسی نے ٹوپی اڑالی۔ ایسے ہی ہم بھی غفلت میں مبتلا ہیں۔ آدھی عمر کو آرزوؤں نے لے لیا۔ اور آدھی کو دشمنوں نے۔ جیسے بچہ کھیل ختم ہونے کے بعد دیکھتا ہے کہ شام ہو رہی ہے، کرتا اور ٹوپی ڈھونڈھا اور نہ پایا تو اب فکر ہو رہی ہے کہ گھر جانے کے بعد باپ کو کیا جواب دوں۔ اسی طرح ہماری زندگی بھی ختم ہو رہی ہے، خدا کے سامنے جانا ہے فکر ہو رہی ہے کہ جب خدائے تعالیٰ پوچھے گا کہ تو نے اپنی عمر کس کام میں صرف کی تو اس کا کیا

جواب دوں گا۔ اسی طرح اب کوچ کا وقت قریب آگیا ہے، دنیا چھوٹ رہی ہے۔ جن جن کو دل دیا ہے سب چھوٹ رہے ہیں۔ ہائے رے اس وقت کی حسرت۔ چاہتا ہے کہ دل سدھارے، وقت جاچکا۔ ساری عمر جس دل کو بگاڑتے ہی رہے۔ وہ گھڑی دو گھڑی میں کیسے سدھرے گا۔

گوشہ رونامہ را بکشا بہ خواں بیں کہ حرفش ہست درخورِ شہاں

اب بھی موقع ہے جا ایک کونے میں بیٹھ اور اپنے تاریک دل کو خوب دیکھ لے کہ یہ بادشاہوں کے بادشاہ خدا کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔

گرنباشد درخورآں را پارہ کن نامہ دیگرمی نویس و چارہ کن

اگر یہ خدا کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں ہے تو اس دل کے ٹکڑے کردے۔ اور ایک دوسرا دل پیدا کر جو خدا کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہو۔ بے گنتی انسان خدا کے قابل دل ساتھ نہ لے جانے کی وجہ حسرت میں مبتلا ہیں۔ اور یہی حسرت ساتھ لئے جارہے ہیں۔ جب بندہ گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوتی ہے۔ بندے ذرا تیرا برتاؤ بھی دیکھ اور میرا برتاؤ بھی دیکھ۔ گناہوں پر گناہیں تو کئے جاتا ہے میں ستاری سے تیری پردہ پوشی کرتے رہتا ہوں۔ تو میری ناشکری کرتا ہے۔ میں تیری ناشکری پر مواخذہ نہیں کرتا۔ اوناقدرے انسان! تو ہی انصاف کر، کب تک تو میری مخالفت کرتا رہے گا۔ اگر

ماں باپ کا ایسا خلاف کرے تو ان کو صبر نہ آئے گا۔ بھائیوں کے ساتھ اگر یہ تیری اَن بَن رہے تو وہ برداشت نہیں کریں گے۔ ہم سب کچھ دیکھ رہے ہیں، پھر انجان بنے ہوئے ہیں۔ مگر تجھے شرم نہیں آتی کہ ہماری دی ہوئی چیزوں کو ہمارے ہی خلاف میں صرف کرتا ہے۔ تیری اندرونی حالت کو جیسے ہم جانتے ہیں اگر تیرے احباب جانتے تو کبھی تیرے پاس نہ پھٹکتے۔ باوجود تیری ایسی حالت کے پھر تجھ پر ہمارے وہی احسانات ہیں۔ کبھی تو نے کھیت کرنے والوں کو دیکھا ہے۔ ناگرہل چلا کر زمین کیسے پاک وصاف کرتے ہیں۔ پتھر دیکھا اٹھا پھینکا۔ گھانس، ہریالی ذراسی بھی کہیں نظر آئی، اس کو کھود کھاد کر صاف کر دیا۔ پانی پہنچانے کا انتظام کرتا ہے۔ اس محنت کے بعد جو بیج ڈالتا ہے وہ خوب پھولتا پھلتا ہے۔ کیا تیرا دل کھیت سے بھی گیا گزرا ہے۔ او بے سمجھ انسان! دیکھ تُو دل کی کیا حالت بنالیا ہے۔ دل بنجر زمین بن گیا ہے۔ بُرے اخلاق دل میں کانٹوں کے درخت بن کر اُگے ہوئے ہیں۔ دنیا کی محبت دل کو ناقابل زراعت بنادی ہے۔ ابھی کھیت بونے کا وقت ہے۔ اُٹھ عبادت کر کے دل کی زمین کو پاک وصاف کر، آنسوؤں سے دل کے کھیت کو پانی دے۔ پھر خدا کی محبت کا بیج بو۔ پھر دیکھ کیسے پھول وپھل لاتا ہے۔ آنکھ ہے کہ خدا کی بے مرضی نہیں دیکھے گی۔ ہاتھ بھی خدا کے تابع رہیں گے۔ زبان فضول کلامی سے رُکے گی۔ قدم خدا ہی کے طلب میں اٹھیں گے۔ جس دن

گناہگاروں کو پکار ہوگی۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۔(اے گنہگاروں یہ دنیا نہیں ہے بھلے بُرے ملے جلے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ گنہگار و نیکوں سے علیحدہ ہو جاؤ) ایسے وقت میں جب تو نیکیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کر کے دل سدھار لیا ہے تو اُس دن مُبارک ہو تجھ کو یہ ندا ہوگی۔ يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۔ترجمہ: اے لوگو جو نیکیاں کر کے اور اللہ کی محبت بڑھا کر نفس مطمئنہ پیدا کر لئے ہو، اپنے پروردگار کی طرف چلو۔ وہ ارشاد فرما رہا ہے کہ آؤ اور میرے نیک بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ میں تمہارے لئے جنت تیار کر رکھا ہوں، جنت میں جاؤ اور وہاں آرام سے رہو۔ اور ہمارے دیدار کا لطف اُٹھاؤ۔

اے غافل انسان ! اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو افسوس ہے تجھ پر۔ تیرے پاس ہے ہی کیا۔ یا دل ہے، یا وقت۔ دل بگاڑ چکا۔ وقت کھو چکا۔ اب آگے آنے والی منزلوں میں انھیں دو سے تجھ کو سوال ہوگا۔ اس وقت قلب سلیم تو کہاں سے لاوے گا۔ تیرا وقت کس کام میں گزرا کیا بتائے گا۔ اگر کسی چیز کے ضائع ہونے پر تجھ کو رونا ہے تو وقت کے ضائع ہونے پر رو لے کہ تو نے کچھ بھی خدا سے تعلق نہیں

پیدا کیا۔ تیری آنکھ دیکھ رہی ہے مگر تیرے دل کی آنکھ اندھی بنی ہوئی ہے۔ کسی چیز سے تجھے عبرت نہیں ہوتی۔ حق بات تجھے اچھی نہیں دِکھتی۔ ہر چیز انسان سے لے کر چرند، پرند بلکہ نباتات تک اللہ تعالیٰ سے فیض یاب ہیں۔ دنیوی امور معاش کی اصلاح، مضرات کی دفع کی تدبیر وہی سمجھاتا ہے۔ ہزارہا علوم اس نے سکھائے۔ حتی کہ نہایت آبدار کپڑے جیسا مکڑی اپنا جالا بنتی، مکھیاں شہد نکالتے ہیں۔ انسان کیسے کلیں ایجاد کرتا ہے، اور کیا کیا بناتا ہے اسی طرح اُمور آخرت اور خدا پرستی کی رہنمائی بھی اللہ ہی کا کام ہے۔ اس کے طریقے مختلف ہیں۔ ساری کائنات کو دلائل بنایا کہ ان سے اپنے وجود پر دلیل لیں پیغمبروں کو بھیجا۔ کتابیں اتارا۔ کسی کو تائید غیبی سے ہدایت کی۔

حکایت: ایک بوڑھا عمر بھر بت کی پوجا کرتا تھا۔ ایک وقت کوئی مشکل کام پڑ گیا تو اُس بت کے سامنے بہت سر رگڑا۔ نذر چڑھایا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس سے مایوس ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دل میں عمر بھر کی غفلت پر نادم ہو کر بہت شرمندگی سے سر جھکایا ہوا عرض کیا۔ اے بے نیاز، اے اکیلے خدا، میری التجا قبول کر۔ ساتھ ہی اُدھر سے آواز آئی۔ جس کو اُس نے سُنا۔ لَبَّيْكَ يَاعَبْدِیْ اُطْلُبْ مَا تُرِيْدُ . (ہاں میرے بندے مانگ جو چاہتا ہے) فرشتے کہے اے ہمارے معبود، بڑے تعجب کی بات ہے وہ تو مدتوں بت کو

پکارا اس کو جواب نہ ملا۔ ایک بار تجھ کو پکارا فوراً **لَبَّيْكَ** فرمایا۔ حکم ہوا میرے فرشتو، بت کی طرح ہم بھی جواب نہ دیتے تو صنم اور صمد میں کیا فرق تھا۔

صاحبو! مشرکوں پر کیا الزام لگائیں۔ ہائے ہمارے یہاں بھی تو دِل کی مسجد میں تو سینکڑوں بت بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہیں نفس کے خواہشات، کہیں برادری کا خیال، کہیں قوم کا لحاظ، کہیں روپیہ کی محبت، کسی عورت سے حرام کرتا ہے تو اس کی بھی صورت دل میں موجود ہے۔ نشہ کرنے والوں کے دلوں میں کہیں سیندھی کے گھڑے اور شراب کے شیشے دھرے ہیں۔ ہائے ہائے کیا کیا بلا بدتر دل میں بھرا ہوا ہے، سب کی تابعداری ہو رہی ہے۔ میں نہیں کہتا۔ خدا فرماتا ہے۔ **مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ** ۔ (کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنے خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔) ہائے افسوس خدا کو تو معبود کہیں اور خواہشات کی پوجا کریں۔

عاكف دهرا على اصنامه

يتحيوا لكفاره من اسلامه

ترجمہ: اے شخص اپنے دل کے بتوں پر ایک زمانہ سے جما ہوا ان کی عبادت کر رہا ہے، تیرے ایسے اسلام سے کفار بھی حیرت میں پڑے ہیں۔

کم ینادی وھو لایصغی التناد

فھو ما معبودہٗ الا ھواہ

ترجمہ: ای بہاؤالدین (عاملی) تیرے اس دل کے سوا کوئی دوسرا دل ڈھونڈھ یہ دل تو اپنے خواہشات نفسانی کو معبود بنا رکھا ہے۔

صاحبو! کس کس کی عبادت کروگے سب کو راضی کرنا مشکل ہے، یہ بھی شرک ہے۔ اس لئے سب کو چھوڑو، ایک کو لو۔ صاحبو! خدا کے ساتھ ایسا علاقہ کیوں نہ ہونا چاہے جیسے لوگوں نے مخلوق کے ساتھ اپنا علاقہ پیدا کرلیا ہے۔ آخر مجنون کا قصہ سب کو معلوم ہے۔ مورّخوں نے لکھا ہے کہ لیلیٰ سانولی تھی۔ ایسی کچھ نہ تھی لیکن دل ہے جہاں آگیا آگیا۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی
کز تو مجنوں شد پریشان وغوی

بادشاہ وق نے جب لیلیٰ کی تعریف سنی تو حکم دیا کہ بلالاؤ۔ وہ حاضر کی گئی۔ دیکھا تو ایک سانولی سی عورت ہے۔ کہا ماشاء اللہ آپ ہی ہیں۔ جنہوں نے مجنوں کو پریشان کر رکھا ہے ؎

از دگر خوبان تو افزوں نیسی
گفت خاموش چوں تو مجنون نیستی

اوروں سے زیادہ تو کوئی بات تجھ میں نہیں معلوم ہوتی تو لیلیٰ نے کہا چپ رہو بادشاہ تم مجنون تھوڑے ہی ہو

دیدۂ مجنون اگر بودے ترا   ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

اگر تیرے پاس مجنون کی آنکھ ہوتی تو اس وقت تیری نظروں میں دونوں عالم بے قدر ہو جاتے۔

عشق مولےٰ کئے کم از لیلیٰ بود

ترجمہ : اللہ کا عشق کیا لیلیٰ کے عشق سے کم ہے۔ لیلیٰ کے مانند جس کا حُسن ادنیٰ درجہ کا ہو، اس کی محبت میں تو عاشق کی یہ حالت ہو جائے کہ دونوں عالم اس کی نظر میں بے قدر ہو جائیں اور خدا کی محبت میں کچھ بھی مجنون جیسی حالت نہ ہو۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ خدا کے ساتھ ہمارا وہ علاقہ بھی نہ ہو جو مجنون نے لیلیٰ کے ساتھ کر دکھایا۔ عشق کا مدار حُسن پر ہے کہاں خدا کا حُسن اور کہاں لیلیٰ کا۔

گوئے گشتن بہر اواولیٰ بود

اے انسان تجھے تو خدا کے سامنے ایسا ہونا چاہیئے جیسا چوگان کے سامنے گیند ہوتا ہے کہ جدھر چلائے اُدھر ہی جاتا ہے۔ اس لئے اپنی سب خواہشوں کو آگ لگاؤ۔ اور ایک خدا کی خواہش پر چلو۔

اے انسان ! تو اپنی خواہش پر چل کر مشکل میں پڑ جاتا ہے۔ خدا کی خواہش پر چل، پھر دیکھ کیسی آسانی ہوتی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ پانی نہ ہو اور احتلام ہو جائے تو تیمّم کرے۔ اگر کوئی سفر میں ہو اور اس کے پاس پانی نہ ہو۔

اور یہ بھی جانتا ہے کہ صبح کی نماز تک پانی نہیں ملے گا۔ پھر بھی کسی نے اپنی بیوی سے جماع کیا تو قصداً ناپاک ہوا۔ ایسے موقع پر خدا کو یہ کہنے کا حق تھا کہ اتفاقی ناپاکی ہوتی تو تم کو تیمّم کی اجازت تھی قصداً تم ناپاک ہوئے تو تم کو تیمّم کی اجازت نہیں۔ اور دنیا کے حاکم بھی یہی کہتے اور عقل بھی یہی تسلیم کرتی ہے۔ مگر خدا نے یہ تشدد پسند نہیں کیا۔ حکم ہوتا ہے کہ میرے بندے اچھا کیا جا تیمّم کرلے۔ خدا کی تو یہ شفقت ہے اور ہائے ہمارا یہ حال ہے کہ اس کو چھوڑ کر اوروں کے پیچھے پڑے ہیں۔ بچہ نے سانپ کو دیکھا۔ چمکتا ہوا منقش ہے۔ اس کی خوبصورتی دیکھ کر اس کو پکڑنے لپکا۔ باپ روکتا ہے تو نہیں مانتا۔ جب یہ نہ مانا تو اس نے مارا، زبردستی گھسیٹا۔ اب فرمائیے باپ کی یہ شفقت ہے یا بے رحمی۔ بچہ کی رائے پر چھوڑتا تو کیا نتیجہ ہوتا۔ ہائے اس باپ کو تو آپ مہربان کہیں۔ ایسا ہی خدا آپ کو ضرر دینے والی چیز سے روکے تو اس کو نامہربان سمجھ کر اپنی خواہش پر چلنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

صاحبو ! ہمارا یہ طریقہ کیوں ہے۔ اس لئے کہ ہم کو خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت نہیں۔ اگر محبت ہوتی تو دل کے سارے خواہشات کو آگ لگا کر اسی کی خواہش پر چلتے۔ یہ تو ایک قسم کا شرک تھا۔ جس سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

دوسری قسم شرک کی یوں ہے کہ چیزوں میں بھی بالذات اثر اور خواص مانا جائے حالانکہ کسی چیز میں کوئی خواص اور اثر نہیں ہے بلکہ اصل اثر دینے والا خدا ہے۔

کُنین میں بخار دفع کرنے کی قدرت نہیں ہے۔قدرت تو خدا کو ہے۔آگ میں جلانے کی قدرت نہیں ہے۔خدا جلاتا ہے۔آپ فرمائیں گے مشاہدہ کے خلاف ہے،خلاف نہیں ہے۔اگر آگ میں جلانے کی قدرت ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہیں جلائی۔اگر چھری میں قدرت ہوتو اسماعیل علیہ السلام کا حلق کیوں نہیں کاٹی۔

خاک وبادوآب وآتش بندہ اند　　　　بامن وتو مردہ وباحق زندہ اند

ترجمہ: مٹی،ہوا،پانی اورآگ سب خدائے تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں آپ کو اور ہم کو تو مردہ دکھائی دیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے سامنے زندہ ہیں۔وہ جو حکم دے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

اگر یہ زندہ نہ ہوتے تو **يَانَارُ كُونِىْ بَرْدًاوَسَلَامًا.** (اے آگ ٹھنڈی ہوجا) کا خطاب کس کو ہوتا۔آگ اور کنین کی بس اتنی ہی حقیقت ہے۔ جیسے ریل کے سرخ یا سبز جھنڈی کی۔ بے سمجھ کہتا ہے کہ ریل چلتی اور رکتی اسی جھنڈی سے ہے بخلاف اس کے سمجھدار کہتا ہے کہ نہیں نہیں،سرخ اور سبز جھنڈی میں کیا رکھا ہے یہ تو ایک علامت ہے ریل چلانے کی۔جھنڈی کی طرح آگ بھی جلانے کی علامت ہے۔اس میں ذاتی اثر نہیں ہے۔جلاتا تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہی ہے تو جب آگ میں کوئی اثر نہیں تو اللہ تعالیٰ کو ہر وقت آگ کو جلانے کا حکم دینے کی ضرورت پڑتی کہ وہ جلائے۔اس لئے اس نے تمہاری آسانی کیلئے آگ میں

جلانے کا اثر دیدیا ہے۔ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ ہی جلاتا ہے۔ ایسا ہی ہر چیز کو سمجھئے۔ اور جب اس طرح غور کرنے کی مشق آپ کو ہو جائیگی تو عجیب آرام معلوم ہوگا۔

شرک کی ایک اور قسم ریا ہے۔ کسی کے دکھاوے کو عبادت کریں تو عبادت تو خدا کی ہو رہی ہے اور اس میں نیت کسی اور کو دکھانے کی ہونے سے یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ اس لئے جو کچھ کریں خاص خدا کیلئے کریں۔

حکایت۔ ایک عورت حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ میرا خاوند دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر احکام زوجین جو شریعت میں آئے ہیں ان کے خلاف کرے تو میں اس کو کچھ کہہ سکتا ہوں۔ دوسرا نکاح نہ کرنے کے متعلق میں کیا کہوں کہ جب شریعت نے اجازت دی ہے۔ اس عورت نے کہا جنیدؒ اگر غیر مردوں کو عورت کا چہرہ دکھانا جائز ہوتا تو میں اپنا چہرہ کھول کر تم کو دکھاتی کہ جس کے نکاح میں مجھ جیسی عورت ہو تو اس کو دوسری کرنا کیا مناسب ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا آپ کے بے ہوش ہونے کی کیا وجہ تھی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی اپنے بندوں کو فرماتا ہے کہ دنیا میں اگر کسی کو میرا دیکھنا ممکن ہوتا تو میں بھی بے نقاب ہو کر اپنے کو دکھاتا تو اس وقت معلوم ہوتا مجھ جیسا رب ہوتے ہوئے کیا غیر سے دل لگانا۔ اور میری عبادت میں دوسروں کو دکھانے کے لئے ریاکاری

کرنا کیا جائز ہے؟ اگر کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار کرے، اور اس کا صلہ چاہے تو اُس وقت حکم ہوگا ؎

ربط غیروں سے ہے اور ہم سے وفا چاہتے ہو
خود ہی سونچو کہ یہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو

اور سنو !

جمع ہوتا ہی نہیں اے بے شعور دوسرے کے ساتھ وہ شاہ غیور
گھر کو خالی غیر سے کر یک قلم چاہیے تجھ کو اگر وصلِ صنم
سُوت کے جو پاس بیٹھے دوبدو دیکھا ہے کوئی بھی ایسا خوبرو
ہے غنی تر سب شریکوں سے خدا
چاہتا ہے یار وہ سب سے جدا

انسان ہم سے تعلق پیدا کرتا ہی نہیں۔ **وَاِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِہٖ** ۔ جب دولت وراحت ملتی ہے تو بجائے شکر گزاری کرنے اور ہم سے تعلق بڑھانے کے اکڑنے لگتا ہے۔ ہم سے منہ موڑا ہوا دُور دُور رہتا ہے۔ **وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ کَانَ یَؤُسًا** ۔ اور جب مصیبت آتی ہے تو بجائے صبر کے ناامید ہو جاتا ہے۔ نہ نعمتیں ہی اس کو ہم سے تعلق پیدا

کرنے دیتی ہیں نہ مصیبت۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۔ آپ فرما دیجئے ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے۔ کوئی خدا سے منہ موڑ کر اس سے علاقہ توڑ کر روپیہ پیسہ کا بندہ، اور کوئی زمین کا بندہ بن جاتا ہے تو کوئی اللہ ہی اللہ دل میں بسا کر اسی کا ہو جاتا ہے۔ اور دل کو سدھار کر اس میں اللہ کی محبت بسا تا ہے اور کوئی دل بگاڑتا اور اس میں غیر اللہ کی محبت جماتا ہے۔

جو چاہے کرے۔ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۔

اللہ تعالیٰ سب کو خوب جانتا ہے۔ مرنے کے بعد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون خدا کے ساتھ محبت کر کے راہ راست پر تھا اور کون اس کو چھوڑ کر اور غیروں کی محبت دل میں بسا کر راستے سے بھٹکا ہوا تھا۔ اس لئے اے مسلمانو! یہیں سے اللہ کی محبت پیدا کر کے دنیا سے چلو۔ تا کہ ہمارے دنیا میں آنے کا صحیح مقصد پورا ہو جائے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ.



قطعاتِ نصیحت

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ

جامیا واقفِ دم باش عزیزاں رفتند
فکرِ عقبٰی بہ کن آخرکہ تو ہم مہمانی
کم خور وکم خسپ وکم گوہم بجہلا کم نشیں
دائماً در ذکر باش و خویش رابیں بدتریں
باعاشقاں نشیں و غم عاشقی گزیں
باہرکہ نیست عاشق کم کن از وقریں
از طفیلِ خواجگانِ نقشبندؒ
کارِ دُنیا عاقبت محمود باد

حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ اپنے آپ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔

اے جامیؒ ! اپنی سانسوں کی حفاظت کیا کرو کیونکہ تمہارے سب عزیز چہیتے دنیا چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ اورفکر آخرت کرو کیونکہ تم بھی تو آخر مہمان ہو تمہیں بھی جانا ہے۔

کم کھاؤ کم سوؤ، اور کم بولو اور جاہلوں کے ساتھ کم بیٹھا کرو۔ اور اپنے کو ہمیشہ ذکر خدا میں مشغول رکھو۔ اور اپنے کو ہمیشہ سب سے بُرا سمجھو عاشقوں اور چاہنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرو اپنے دل میں غمِ عاشقی پیدا کرو اور جو عاشق نہیں ہے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے محروم ہے اس کے قریب بھی مت جاؤ۔

اے میرے اللہ خواجگان نقشبند کے طفیل میں میرے دنیا کے کام اور میری عاقبت اچھی کردے۔ آمین



شجرہ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یافتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی بحرمت حضرت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت مصاحب رسول اللہ حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام ہما حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت خواجۂ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت خواجہ امیر گلال رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان پیر پیراں امام طریقت حضرت
خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطّریقت حضرت
شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زماں قطب جہاں

حضرت مرزا مظہرِ جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ وقت قطب دوراں عارف باللہ حضرت سید محمد پادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ حضرت ابوالبرکات سید خلیل اللہ بن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت جمیع حضرات نقشبندی بر فقیر ابوالخیر سید رحمت اللہ شاہ بن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحم فرما و عاقبتش بخیر گرداں۔

بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَآلِهِ الْاَمْجَادِ

اَمَّا بعد...

در طریقہ عالیہ نقشبندیہ بیعت نمودہ داخل محفل گردانیدم حق سبحانہ تعالیٰ

.... مذکور را از فیوضات مرشدان حظ وافر و نصیب متکاثر

مع استقامت شریعت عطا فرماید۔ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

شجرہ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یافتاح

ذِکْرُ الْمَوْلٰی مِنْ کُلِّ اَوْلٰی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلًا یَھْدِیْ اِلٰی طَرِیْقِ الْاِیْمَانِ لِلْعَالَمِیْنَ وَصِیْرَہٗ وَسِیْلَۃً مَرْضِیَّۃً لِلْوُصُوْلِ اِلٰی صِرَاطِ النَّجَاۃِ وَ الْیَقِیْنَ وَالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اَفْضَلُ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

اَمَّابَعْدُ! فَھٰذِہٖ شَجْرَۃَ قَادِرِیَّۃٌ مَنْ تَوَسَّلَ بِھَا وَصَلَ اِلَی الْمَرَامِ

الٰہی بہ عجز وانکسار عبدک الضعیف ابوالخیر سید رحمت اللہ شاہ کان اللہ لہ بن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قدس سرہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت سید محمد بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محی الدین بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید فریدالدین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی صوفی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ فریدالدین صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ الشیوخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سلطان العارفین قطب العاشقین سید شاہ عبدالطیف قادری لاابالی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ احمد بن شیخ محمد الحموی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ محمد بن قاسم قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبدالباسط قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبدالباسط بن شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدرالدین حسن قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت بدرالدین بن شیخ علاؤالدین علی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ علاؤالدین علی بن شیخ شمس الدین
محمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین علی بن شیخ شرف الدین
محمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین
یحیٰ قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ بن شیخ شہاب الدین
احمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عمادالدین ابی
صالح نصر قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عمادالدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج
الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ
عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ غوث الصمدانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ
عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی النہکاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سیدالطائفہ حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبداللہ سرّی سقطی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ معرف کرخی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت حسن بصری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیرالمومنین امام المشارق والمغارب

اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت راز ونیاز حضرت سید الاولین وآخرین افضل الانبیاء والمرسلین

خاتم النبیّنَ شفیع المذنبین رحمت للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و

اصحابہ اجمعین وسلم تسلیماً مبارکاً کثیراً کثیراً

قادری دریں سلسلہ

بعت وارادۃ

قادریہ عالیہ مقبول وپذیرباد

الٰہی، بحرمت جمیع حضرات قادریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر

............قادری رحم فرما وعاقبتش بخیر گراں و

....

از فیوض مرشداں حظ رافر نصیب متکاثر مع استقامت شریعت عطا فرما۔

آمین آمین آمین

بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ؕ

ابوالخیر سید رحمت اللہ شاہ کان اللہ لہ ابن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قدس سرہٗ

ابوالحسنات سید عبداللہ کان اللہ لہ

Talib E Dua

محمد عامر علی قادری ~حاذق

ابن

محمد عضمت الدین قادری صاحب

محدث دکنؒ کی اردو تالیفات

گلزارِ اولیاء

علاج السالکین

فضائل رمضان

تفسیر سورۂ یوسف

مواعظ حسنہ

قیامت نامہ

معراج نامہ

میلاد نامہ

سلوک مجدّدیہ

فضائل نماز

نور المصابیح (ترجمہ زجاجۃ المصابیح)



DECCAN TRADERS

Bookseller & Publishers

23-2-378, Moghalpura, Hyderabad-500 002

Ph : 040-24521777, 66490230, Fax : 66710230

Website : wwwdeccantraders.co.in

E-mail : dthyd@yahoo.com